سیرت حضرت مرزا شریف احمد رضی اللہ تعالیٰ

مؤلفہ

چوہدری عبدالعزیز واقف زندگی

شائع کردہ:

مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ

مسیح پاک علیہ السلام کا ایک کشف

چند سال ہوئے ایک دفعہ ہم نے عالم کشف میں اسی لڑکے شریف احمد کے متعلق کہا تھا کہ

"اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں۔"

(تذکرہ ص ۶۸۷)

لکھنے والے

- حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی
- حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی
- حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب
- محترم جناب سید ولی اللہ شاہ صاحب
- محترم شیخ روشن دین صاحب تنویر
- محترم مولانا غلام باری صاحب سیف
- محترم عبد المنان صاحب ناہید
- اور

دیگر اہلِ قلم حضرات

حرفِ آغاز

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ میں ۱۹۶۱ء کا عظیم ترین سانحہ وہ عظیم سانحہ ہے کہ جس نے خدائی مشیت کے ماتحت اُس پیارے اور مقدس وجود کو ہم سے جدا کر دیا کہ جو اِس زمانہ میں عظیم الشان خدائی نشانوں کا مظہر تھا۔ جو احمدیت اور حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے زندہ و درخشندہ ثبوتوں میں سے ایک ثبوت تھا۔ جو متعدد آسمانی بشارتوں کا مورد و مصداق اور ہمت و استقلال، بہادری و شجاعت اور رحمدلی و سخاوت کا مجسمہ تھا۔ جو خاص خدائی بشارتوں کے تحت ایک عظیم نشانِ صداقت کے طور پر عالمِ وجود میں آیا جس نے خدائی الہاموں کے مطابق خلافِ توقع عمر پائی اور ایک خاص مقصد کی خاطر قریباً ۶۷ سال زندہ رہا جس نے خدمتِ دین اور خدمتِ سلسلہ کا ایک شاندار نمونہ قائم کر دکھایا جس نے بادشاہی میں فقیری کا لباس پہننے کو ترجیح دی اور با موقعہ نرمی خوش خلقی اور منکسر المزاجی کا شاندار مظاہرہ کر کے دلوں کو مسخر کیا اور عند اللہ و عند الناس بلند مرتبہ و مقام رکھنے کے باوجود عام انسانوں کی طرح اس دنیائے ناپائیدار میں اپنی

حیاتِ مستعار کے دن پورے کئے۔ ہماری مراد حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے فرزند جلیل حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضؓ کے سانحہ ارتحال سے ہے جو خدائی مشیت کے ماتحت جماعت احمدیہ کے سترویں جلسہ سالانہ کے پہلے روز یعنی ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کو صبح ۸ بجے وقوع میں آیا اور جس کی وجہ سے دنیا کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک مختلف ممالک اور مختلف سرزمینوں کی جماعت ہائے احمدیہ میں غم و اندوہ اور حزن و ملال کی ایک لہر دوڑ گئی اور مشرق و مغرب کی ان جماعتوں کے جملہ افراد کیا مرد اور کیا عورت اور کیا بچے اور کیا بوڑھے سب ہی سراپا درد بنکر آپ کے درجات بلند ہونے اور قرب کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات عطا ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں میں مصروف ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی میں احباب جماعت اور خصوصاً نوجوانوں کو ایک خاص امر کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے بلند مرتبت اور نادر روزگار وجودوں میں سے تھے جو کُل جہان اور اس میں بسنے والے تمام بنی نوع انسان کے لئے ایک سہارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ایسے وجودوں کو جلد جلد پیدا نہیں کیا کرتا۔ ایسے عالی مقام اور مقدس وجودوں کا وصال ہمارے لئے

ایک عظیم یاددہانی کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ یاددہانی یہ ہے کہ ہماری اہم ذمہ داریوں میں بڑی سرعت کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے اور دن بدن اِس زمانہ میں خدمتِ اسلام کا فریضہ بجا لانے کا سب بار اب براہِ راست ہمارے کندھوں پر پڑتا جا رہا ہے۔ حضرت میاں صاحب مرحوم کا وصال ہمارے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک زبردست الارم کی حیثیت رکھتا ہے کہ ہم سوچیں اور غور کریں کہ آیا ہم میں وہ عظیم روحانی تبدیلی پیدا ہو چکی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں دیکھنا چاہتے تھے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کریں اور ہر تحریک جو مرکز کی طرف سے کی جائے اس پر دیوانہ وار لبیک کہہ کر اخلاص اور فدائیت کا وہی اعلیٰ نمونہ قائم کر دکھائیں کہ جو صحابہؓ کا طرۂ امتیاز تھا۔ یہی وہ طریق ہے جس کی مدد سے ہم حضرت مرزا شریف احمد صاحب مرحوم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کے انوار و برکات کے سلسلہ کو ان کی وفات کے بعد لمبے سے لمبا کر سکتے ہیں اور اس طرح خدائی تائید و نصرت اور افضال و انعامات کے اہل قرار پا سکتے ہیں۔

حضرت میاں صاحب کی سیرت اسی غرض کے پیشِ نظر مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ شائع کر رہی ہے تا ہم اپنی عظیم ذمہ داریوں کو سمجھیں۔

اور کمال درجہ قربانی اور ایثار سے کام لیکر اپنے بزرگ اسلاف کے انوار و برکات کا سلسلہ ہم میں نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا چلا جائے۔ یہاں تک کہ اسلام ساری دنیا میں غالب آ کر جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض اور اس کے مقصد کو بہ تمام و کمال پورا کردے۔ اور تا اللہ تعالےٰ کی بادشاہت اسی طرح زمین پر بھی ہمیشہ ہمیش کے لئے قائم ہو جائے جس طرح کہ وہ آسمان میں ہے۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء تو ایسا ہی کر۔ آمین۔

عبدالعزیز
مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ
۶۲/۱۱/۲۶

حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ

کا

ایک قیمتی مضمون

"کسی فتنے کو کبھی چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیئے"

حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک بہت بڑا وصف اور ایک امتیازی خوبی یہ تھی کہ آپ خدا تعالیٰ کے منشاء اور ارادے نیز سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے عین مطابق سلسلہ عالیہ احمدیہ میں خلافت کے قیام و اجراء اور اس کے استحکام کے زبردست حامی تھے۔ آپ نے ۱۹۱۴ء میں منکرین خلافت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آئندہ بھی زندگی بھر خلافت کی اہمیت پر زور دیتے رہے۔ آپ خلافت کے قیام و استحکام اور اس کے ساتھ قلبی وابستگی کے اس قدر پُرجوش حامی اور علمبردار تھے کہ گویا اس معاملے میں ننگی تلوار کی حیثیت رکھتے تھے۔

چنانچہ ۱۹۵۶ء میں جب انکار خلافت کے فتنہ نے ایک اور شکل

میں دوبارہ سر اٹھایا اور بعض مفسدین نے خلافت کی اطاعت سے انکار کرتے ہوئے جماعت سے خروج اختیار کیا تو آپ نے "آج سے ۴۲ سال پہلے کی ایک دعا" کے زیرِ عنوان ایک نہایت زوردار مضمون رقم فرمایا۔ جو ۳ اگست ۱۹۵۶ء کے الفضل میں صفحہ ۳ اور ۴ پر شائع ہوا۔ اس میں آپ نے احباب جماعت کو توجہ دلائی کہ وہ اس فتنہ کو چھوٹا نہ خیال کریں بلکہ اس سے بچنے اور اپنی اولادوں کو بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت درد و سوز سے دعائیں کریں۔ آپ کی سیرت پر بزرگان سلسلہ اور دیگر اہل قلم حضرات کے مقالہ جات پیش کرنے سے قبل آپ کا یہ قیمتی مضمون آپ کے تذکرۂ خیر اور افادۂ احباب کی غرض سے یہاں درج کیا جا رہا ہے۔ (مؤلف)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ حضور کی وفات سے قبل اُس وقت کے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جماعت میں فتنہ کی بنیاد رکھی جا چکی تھی۔ مولوی محمد علی صاحب مرحوم جو بعد میں پیغامی جماعت کے امیر ہو گئے تھے۔ انہوں نے حضور کی وفات سے دو تین دن پہلے ایک ٹریکٹ تیار کیا تھا جس کا مقصد تھا کہ جماعت احمدیہ میں کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ٹریکٹ غالباً لاہور میں چھپا تھا اور قادیان سے پوسٹ کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ پیغامیوں

نے انفرادی طور پر جماعت میں فتنہ پھیلانے کی کوشش بھی شروع کر دی
تھی۔ حتی کہ مولوی صدر الدین صاحب جو اس وقت سکول کے ہیڈ ماسٹر
تھے بجائے سکول میں پڑھائی کرانے کے لڑکوں سے بحث مباحثہ کرتے
رہتے تھے۔ اس وقت جماعت میں عجیب ہیجان برپا تھا اور فتنہ
ہر شخص کو آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا تھا۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ
کی بیماری جب زیادہ ہونا شروع ہو گئی تو اس وقت ڈاکٹروں کی رائے
کے مطابق یہ فیصلہ ہوا کہ حضور کے لئے ضروری ہے کہ ان کو اپنے
قادیان کے مکان سے نکال کر کسی کھلی جگہ رکھا جائے۔ اس وقت
حضرت خلیفہ اول رضؓ کے معالج ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ ڈاکٹر
مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ
رشید الدین صاحب تھے ممکن ہے بعض اور ڈاکٹر بھی مشورہ میں شامل
ہوں۔ لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہی لوگ تھے۔ جب ڈاکٹروں
نے تبدیلی آب و ہوا کا مشورہ دیا تو مولوی صدر الدین صاحب اور
مولوی محمد علی صاحب مرحوم میں اپنے دیگر دوستوں کے مشورہ سے
طے پایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کو ہائی سکول کے بورڈنگ کی اوپر
کی جنوبی منزل میں لے جایا جائے اور اس کے لئے بعض تبدیلیاں
بھی عمارت میں کرا دیں۔ اس کی سیڑھیاں گول تھیں اور حضرت

خلیفۂ اولؓ بیٹھنے کے بھی قابل نہیں تھے۔ اس مشکل کو دُور کرنے کے لئے انہوں نے ڈرائنگ ہال کی میزوں کو اوپر نیچے رکھ کر ایک اڈہ سا بنایا کہ حضور کو سیڑھیوں پر چڑھنے کی تکلیف نہ ہو بلکہ چارپائی کو اٹھا کر ان میزوں کے اڈہ پر چار چار آدمی آپ کی چارپائی لے جائیں ہمیں بعض ذرائع سے پتہ لگا کہ ان لوگوں کا منشاء یہ ہے کہ اس طرح حضرت خلیفۂ اولؓ کو ایسی جگہ لے جایا جائے کہ جہاں عوام الناس نہ جا سکیں۔ خاص پہرہ بھی ان کے لئے تجویز کیا گیا۔ اور طے پایا کہ پہرہ دار صرف ان آدمیوں کو جانے کی اجازت دیں جن کو ان کے ڈاکٹر (یعنی ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور مرزا یعقوب بیگ صاحب) پسند کریں۔ اول تو حضرت خلیفۂ اولؓ کی چارپائی کا ان میزوں کے اوپر درجہ بدرجہ اٹھا کر لے جانا ایسی خطرناک بات تھی کہ اگر ایک آدمی کا ہاتھ بھی پھسل جاتا تو حضور یقینی طور پر نیچے زمین پر آ گرتے۔ دوسرے وہ جگہ بھی مناسب نہیں تھی۔ تیسرے پہرہ داروں کی جو تجاویز تھیں ان کے مطابق عام لوگوں کو جو ان کے خیال کے ماتحت مناسب لوگ نہ ہوں وہاں جانے کی اجازت نہ دی جانی تھی۔ اس جگہ کھانا پکانے کا بھی انتظام نہ تھا۔ ان باتوں کو دیکھ کر مجھے بہت تشویش پیدا ہوئی۔ میں نے اس کا ذکر اخی المکرم عزیزم میاں عبداللہ خاں صاحب رضی اللہ عنہ

سے کیا (اس جگہ جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات بھی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفہ اول رض کے گھر میں ان کے کھانے کا انتظام بہت ناقص تھا جس کو معمولی صحت کا آدمی بھی ہضم نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے نواب محمد علی خان صاحب رض نے حضور کی خدمت میں درخواست کی جس کو آپ نے بڑی خوشی سے پسند فرمالیا کہ آپ کے لئے کھانا نواب صاحب کے گھر میں تیار ہو کر آیا کرے جو ایک مریض کے مناسب حال ہو۔ اگرچہ اس کھانے کے متعلق بھی مجھے ذاتی طور پر علم ہوا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کے لئے آیا ہوا کھانا کئی دفعہ بچوں کو کھلا دیا جاتا تھا اور آپ کے لئے نہیں رہ جاتا تھا۔)

کھانے کا انتظام تو پہلے ہی حضرت نواب صاحب کے گھر میں ہو چکا تھا۔ رہائش کے لئے میں نے اور میاں عبد اللہ خان صاحب رض نے مشورہ کیا کہ نواب صاحب کو تاکید کی جائے کہ وہ حضرت خلیفہ اول رض کو دعوت دیں کہ آپ کی کوٹھی پر تشریف لے جائیں وہ کھلی جگہ تھی باغ تھا۔ چارپائی اندر اور باہر حسب ضرورت نکالی جا سکتی تھی اور ایسے لوگوں کا وہاں ساتھ تھا جن سے آپ کی طبیعت بہل سکتی تھی اس امر کو حضرت خلیفہ اول رض نے بڑی خوشی سے منظور کر لیا اور اس خبر کے سننے سے آپ کی طبیعت میں نشاط پیدا ہو گئی جس وقت حضرت خلیفہ اول رض

کو لے جانے کا سوال پیدا ہوا تو اس وقت دوست اکٹھے ہو گئے۔
مَیں بھی ان کے ساتھ تھا۔ گھر سے چلنے کے بعد پہلی دفعہ چارپائی
بورڈنگ کے سامنے (جہاں میزولن کا اڈہ بنا ہوا تھا) روکی گئی۔
مجھے اس بات کا یقینی پتہ لگا کہ ان لوگوں کی رائے تھی کہ اس
آخری وقت میں چارپائی روک کر کسی ترکیب سے حضرت خلیفہ اول رضؓ
کو اس جگہ یعنی بورڈنگ میں رکھ لیا جائے۔ جس وقت چارپائی وہاں
ٹھہری جہاں اس کے ٹھہرانے کی وجہ کوئی نہیں تھی۔ کیونکہ قادیان سے
لیکر بورڈنگ تک ایک لمبا فاصلہ تھا اور اس کے بعد تقریباً ۵۰ گز پر نواب
صاحب کی کوٹھی رہ جاتی تھی۔ جب چارپائی وہاں روکی گئی تو حضرت
خلیفہ اول رضؓ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حسرت سے فرمایا (میں یہ الفاظ سن
رہا تھا) کہ

"ہیں یہ اس جگہ مجھے لا رہے ہیں؟"

اس فقرہ سے مَیں نے آپ کی طبیعت میں سخت رکاوٹ محسوس کی
اس وقت میں چارپائی کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔ میں نے فوراً حضرت
خلیفہ اول رضؓ کو اونچی آواز سے کہا کہ "حضور یہ صرف چلنے والوں کو آرام
دینے کے لئے کیا ہے ورنہ ویسے آپ نواب صاحب کی کوٹھی پر ہی
جا رہے ہیں۔" میری بات سنکر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ کو اطمینان

صفحہ ۱۲۰ ... ۱۴۰

ہو گیا اور پھر ہم چارپائی لے کر آگے چل پڑے۔ میرا اونچی آواز سے بولنے کا مقصد یہی تھا کہ اگر کسی کا غلط ارادہ ہو کہ آپ کو بورڈنگ میں لے جایا جائے تو وہ بھی دب جائے اور چنانچہ میں نے محسوس کیا کہ وہ دب گیا۔ میرے کہنے کے بعد کسی اور کو اس کی تردید کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس کے بعد حضرت خلیفہ اول رضؓ بڑے آرام سے نواب صاحب کی کوٹھی پہنچ گئے۔ اور کوٹھی کے باہر کے شمالی کمرہ میں آپ کو رکھا گیا۔ باقی بیرونی سارے کمرے مہمانوں کے لئے خالی کرا دئے گئے۔ کافی جگہ تھی جس سے سب لوگوں کو آرام اور سکون ملا۔ نواب صاحب کے گھر سے صرف حضرت خلیفہ اول رضؓ کے لئے ہی نہیں بلکہ باقی سارے خاندان اور سارے مہمانوں کے لئے کھانا پک کر آتا رہا اور آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ نے وصیت فرمائی کہ آپ کے بعد انکا ایک جانشین ہو اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ وصیت مولوی محمد علی صاحب مرحوم سے پڑھوائی گئی تھی۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ کو چونکہ اس بات کا علم تھا کہ یہ لوگ خلافت کے مخالف ہیں۔ اس لئے اونچی آواز سے ان سے یہ وصیت پڑھوائی تاکہ انہیں کوئی بہانہ بعد میں ہاتھ نہ آئے۔ لیکن بہانہ کرنے والوں نے بہانہ کیا۔ اگرچہ کوئی حقیقی جواب ان کے پاس نہیں تھا کہ جب حضرت خلیفۂ اول رضؓ نے وصیت پڑھوائی اور اس میں اپنے

بعد جانشین کا ذکر کیا تھا تو مولوی محمد علی صاحب مرحوم اگر دیانت دار ہوتے تو اسی وقت کہتے کہ حضرت یہ وصیت کیسی ہے ہم تو خلافت کو مانتے ہی نہیں مگر ان کی جبلی بزدلی نے ان کو کچھ کرنے نہیں دیا۔

میرا مقصد اس مضمون سے ایک دعا کا ذکر کرنا ہے جس کی خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی۔ اس لئے میں ان واقعات کا ذکر نہیں کرتا جو اس وقت پیدا ہوئے اور جنہوں نے جماعت میں ایک زلزلہ ڈال دیا۔ میرے خیال میں جو باتیں میں نے اب بیان کی ہیں ان کا ذکر پہلے کسی اخبار میں نہیں ہوا۔ اور جماعت کے اکثر احباب ان واقعات سے ناواقف ہیں۔ میرا مضمون پڑھ کر ان کو یہ واقعات بھی معلوم ہو جائیں گے

حضرت خلیفۃ اول رضی کی وفات جمعہ کے روز ہوئی۔ ہم لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ میں جمعہ کے بعد جلدی جلدی چل پڑا کہ حضرت خلیفۃ اول رضی کی طبیعت معلوم کروں۔ میں اس وقت اس گلی میں سے گزر رہا تھا جو اخی المکرم مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان سے اور بعد میں بنے ہوئے قصر خلافت کے ساتھ سے گزرتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دائیں جانب ایک سکھوں کا مکان ہے۔ جب میں یہاں سے گزر کر سکھوں کے مکان کے مقابل پہنچا ہوں تو ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے اطلاع دی کہ حضرت خلیفۃ اول رضی وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا

الیہ راجعون۔

میں نے اس وقت بغیر کچھ سوچنے کے تیزی کے ساتھ بھاگنا شروع کیا۔ لیکن میں نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ مجھے خیال آیا کہ حضرت خلیفہ اولؓ تو وفات پا چکے ہیں بھاگنے سے کیا فائدہ۔ جماعت کے حالات بہت منتشر حالت میں ہو گئے ہیں۔ میں تیسرے قدم پر کھڑا ہو گیا اور بڑے الحاح کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ "الٰہی خلیفہ اولؓ تو فوت ہو گئے ہیں۔ اب جماعت کو فتنوں سے محفوظ رکھنا" میں کافی عرصہ تک ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا رہا۔ اور پھر آہستہ آہستہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی گلی میں سے ہو کر نواب صاحب کے مکان کی طرف چل پڑا۔ اس دعا کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے مجھے اور ہمارے سب خاندان کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھا حتیٰ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا انتخاب ہو گیا۔

میرا یہ چند سطور لکھنے سے یہ مقصد ہے کہ حقیقت میں دعا ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے انسان مصائب تکلیفوں اور فتنوں سے محفوظ رہ سکتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں فتنوں سے محفوظ رکھا اور جماعت کے اکثر حصہ کو بھی ان فتنوں میں پڑنے سے بچا لیا۔ اس وقت یہ فتنہ دوبارہ ایک اور شکل میں کھڑا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس

سے ہر طرح محفوظ رکھے۔ اب جس کو بھی میرا یہ مضمون ملے دعاؤں میں لگ جائے صرف اپنے لئے ہی نہیں بلکہ اپنے بیوی بچوں کو خاص طور پر اور اپنی جماعت کے ہر فرد کو عموماً اس میں شامل کرے تاکہ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے صرف آپ کو ہی محفوظ نہ رکھے بلکہ آپ کی آل اولاد کو بھی ہمیشہ ہمیش کے لئے ان فتنوں سے محفوظ رکھے آمین۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا فتنہ ہے اور ایک ادنیٰ درجہ کا ذلیل آدمی اس کا پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ اس کے خلاف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کو اس شدومد سے مخالفت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ فتنے ہمیشہ ابتداءً چھوٹے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور اگر وقت پر ان کو نہ سنبھالا جائے تو اتنے پھیل جاتے ہیں کہ پھر کسی انسان کے بس کی بات نہیں رہتی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں فتنہ کی ابتدائی حالت یہی تھی کہ بعض لوگوں نے آپ کے بعض عاملوں کے اوپر الزام دیئے اور ان کی تحقیق کے لئے رپورٹ کی۔ یہ ظاہرا طور پر ایک چھوٹی سی بات نظر آتی تھی لیکن فتنہ پھیلانے والے ایک سکیم کے ماتحت کام کر رہے تھے۔ جس کا انجام خلیفہ ثالث کی شہادت پر ہوا۔ کسی فتنہ کو کبھی چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیئے خصوصاً جبکہ مرکز اس کو اہمیت دیتا ہو کیونکہ مرکز میں ایسے حالات پہنچتے ہیں جن کا

عام جماعت کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے میں پھر آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس فتنہ کو چھوٹا نہ سمجھیں بلکہ بہت بڑا فتنہ سمجھیں۔ یہ صرف اللہ رکھا کی کارروائی نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک گروہ ہے اگرچہ خدا تعالےٰ کے فضل سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ منافق جو اپنے آپ کو ہماری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے مگر باہر سے مدد کرنے والے کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ اس لئے آپ دعا کریں اور پھر دعا کریں تا کہ خدا تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولادوں کو اس سے کلیتہً محفوظ رکھے۔ اس فتنہ سے بھی اور اگر خدا تعالےٰ کی تقدیر میں اور فتنے بھی ہوں تو ان سے بھی۔"

خاکسار:۔ مرزا شریف احمد

از ربوہ ۸/۱ ۵۶

مطبوعہ الفضل 3 اگست 1956ء

عزیز میاں شریف احمد صاحب مرحوم

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

عزیز میاں شریف احمد صاحب کے متعلق مرحوم کا لفظ لکھتے ہوئے (حالانکہ ایک حقیقت بھی ہے اور دعائیہ کلمہ بھی) دل کو ایک بجلی کا سا دھکا لگتا ہے اور طبیعت اس حقیقت کو فوری طور پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔ مگر حقیقت پھر بھی حقیقت ہے اور یہ ایک جگر پاش واقعہ ہے کہ ہم پانچ بھائی بہنوں کی زنجیر میں سے وسطی کڑی جس کے ایک طرف دو بھائی رہ گئے ہیں اور دوسری طرف دو بہنیں ہیں اپنی زنجیر سے کٹ کر عالم ارواح میں پہنچ چکی ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون وکل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام

عزیز میاں شریف احمد صاحب نے بڑی لمبی بیماری کاٹی اور اسے غیر معمولی صبر شکر اور ہمت کے ساتھ برداشت کیا۔ گزشتہ بیس ۲۰ اکیس ۲۱ سال کے طویل عرصہ میں ان پر کئی ایسے مواقع آئے جبکہ یوں معلوم ہوتا تھا

کہ بس اب زندگی کا خاتمہ ہے۔ لیکن ہر دفعہ خدائی رحمت کا ہاتھ انہیں گویا بازو سے پکڑ کر موت کے منہ میں سے باہر کھینچ لیتا رہا اور ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام بار بار پورا ہوا کہ:-

عمّرہ اللّٰہ علیٰ خلاف التّوقّع

"یعنی خدا تعالیٰ اسے (یعنی ظاہری حالت) کے خلاف عمر دے گا۔"

یہ ایک حقیقت ہے کہ میاں شریف احمد صاحب پر گزشتہ بیس۲۰ بائیس سال میں بار بار بیماری نے ایسے حملے کئے کہ کئی دفعہ بظاہر مایوسی کی حالت نظر آنے لگتی تھی مگر خدا تعالیٰ انہیں توقع کے خلاف بچاتا اور عمر دیتا گیا حتیٰ کہ مقدر وقت آ گیا جس سے کوئی ابن آدم بچ نہیں سکتا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس الہام میں جو اوپر درج کیا گیا ہے "لمبی عمر" کا کوئی ذکر نہیں ہے (گو بہر حال ساڑھے چھیاسٹھ سال کی عمر بھی کوئی چھوٹی عمر نہیں) بلکہ صرف توقع کے خلاف عمر پانے کا ذکر ہے اور یہ عمر عزیز میاں شریف احمد صاحب نے پائی بلکہ بار بار پائی خدا کے کلام میں اکثر کچھ نہ کچھ اخفاء کا پردہ ہوا کرتا ہے۔ اس پردے کے ماتحت بے شک بعض لوگ بظاہر یہی سمجھتے رہے کہ میاں شریف احمد صاحب کو لمبی عمر ملے گی۔ مگر اصل خدائی وحی میں "لمبی عمر پانے" کا کوئی

ذکر نہیں تھا بلکہ صرف "توقع کے خلاف عمر پانے" کا ذکر تھا۔ اور یہ خدائی پیشگوئی ایسے عجیب و غریب رنگ میں پوری ہوئی ہے کہ اب جب حقیقت کھل چکی ہے ان الفاظ پر غور کرنے سے ایک خاص قسم کا روحانی سرور حاصل ہوتا ہے اور دل اس ایمان سے بھر جاتا ہے کہ خدا حق ہے اور خدا کا کلام حق ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ خدا کے سچے نبی اور مرسل ہیں۔ اللّٰھُمَّ صلِّ علیہ و علیٰ مطاعہ محمد و بارک وسلم۔

عزیز میاں شریف صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بعض لحاظ سے خاص مشابہت تھی۔ یہ مشابہت جسمانی نوعیت کے لحاظ سے بھی تھی اور اخلاقی اور روحانی لحاظ سے بھی تھی۔ جسمانی لحاظ سے تو ان کا نقشہ اور خد و خال اور رنگ ڈھنگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دوسرے بھائیوں کی نسبت زیادہ مشابہت رکھتے تھے اور اس مشابہت کو ہر غور کی نظر سے دیکھنے والا انسان محسوس کرتا اور پہچانتا تھا چنانچہ ان کے جنازے کے وقت مجھ سے بعض دوستوں نے از خود بیان کیا کہ ان کا حلیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت ملتا ہے۔ اور یہ مشابہت وفات میں اور بھی نمایاں ہو گئی تھی۔ اخلاقی اور روحانی لحاظ سے بھی ہمارے مرحوم بھائی کو بعض لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

سے خاص مشابہت حاصل تھی۔ مثلاً اہم امور میں فیصلہ کرتے ہوئے یا مشورہ دیتے ہوئے ان کی رائے بہت متوازن اور صائب ہوتی تھی۔ وہ نہ تو اپنے ایک بھائی کی طرح زبردست جلالی شان رکھتے تھے (گو یہ جلال بھی ایک خدائی پیشگوئی کے مطابق ہے) اور نہ ان میں دوسرے بھائی کی طرح نرمی اور فروتنی کا ایسا غلبہ تھا جو بعض لوگوں کی نظر میں کمزوری کا موجب سمجھا جا سکتا ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح ان کے مزاج میں ایک لطیف قسم کا توازن پایا جاتا تھا۔ عفو و شفقت کے موقعہ پر وہ پانی کی طرح نرم ہوتے تھے جو ہر چیز کو رستہ دیتا چلا جاتا ہے۔ مگر سزا اور عقوبت کے جائز مواقع میں وہ ایک چٹان کی طرح مستحکم تھے جسے کوئی جذبہ یا کوئی خیال اپنی جگہ سے متزلزل نہیں کر سکتا تھا اور طبیعت میں نہایت سادگی اور غریب نوازی تھی۔ کیا عجب کہ ان کی اسی جسمانی اور اخلاقی مشابہت کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام میں اشارہ ہو کہ:-

"اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں"

انہوں نے بہرحال ظاہری اور انتظامی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فوری جانشینی حاصل نہیں کی تو پھر لامحالہ استعارے کے رنگ میں اس الہام کی یہی تشریح سمجھی جا سکتی ہے جس کی طرف اوپر

اشارہ کیا گیا ہے۔

عزیز میاں شریف احمد صاحب ایک دفعہ جماعت احمدیہ کے نظام میں قاضی بھی مقرر ہوئے تھے اور محترم شیخ بشیر احمد صاحب حال جج ہائی کورٹ ان کے ساتھ کے قاضی تھے۔ شیخ صاحب کا کہنا ہے کہ میں نے اس دوران میں میاں شریف احمد صاحب کو بہت پختہ اور صائب رائے پایا جو بہت جلد حقیقت کو پا کر بڑی مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم ہو جاتے تھے اور ناواجب نرمی اور ناواجب سختی سے کلی طور پر بچکر رہتے تھے اور انصاف کے ترازو کو پوری طرح قائم رکھتے تھے۔ اس طرح ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مکاشفہ بھی پورا ہوا کہ :-

"اس نے قاضی بننا ہے"

میاں شریف احمد صاحب کی زندگی میں عسر و یسر کے متعدد دور آئے اور ہر دور میں انہوں نے اپنا شاہانہ مزاج قائم رکھا۔ وہ دل کے درویش تھے مگر مزاج کے بادشاہ تھے۔ یسر کی حالت کو تو کہنا ہے عسر میں بھی وہ اپنے شاہانہ مزاج کو قائم رکھتے تھے اور اپنے ہاتھ کو تنگی کے ایام میں بھی رو کتے نہیں تھے اور غرباء کی مدد میں بھی بڑی فیاضی سے حصہ لیتے تھے۔ بعض دفعہ تو ایسا ہوا کہ انہوں نے رستہ چلتے

ہوئے کسی غریب کو پاس سے گزرتے دیکھا تو جھٹ جیب سے سو روپے کا نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ لینے والا حیرانی میں مبتلا ہو کر اپنی آنکھیں ملتا رہا اور یہ درویش بادشاہ خاموشی سے آگے نکل گیا۔ اپنے خرچ پر کنٹرول نہ کرنے کی وجہ سے وہ بسا اوقات قرض میں بھی مبتلا ہو جاتے تھے مگر ان کی شاہ خرچی کے انداز میں کبھی فرق نہ آیا۔ ساری عمر اسی شاہانہ ڈگر پر قائم رہے۔ غالباً ان کی ولادت کے موقعہ پر خدائی فرشتوں نے آسمان پر ان کی آئندہ زندگی کا نظارہ دیکھ کر ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کانوں میں یہ خدائی الفاظ پہنچائے ہونگے کہ:۔

"وہ بادشاہ آتا ہے۔"

دراصل یہ چاروں الہام جو درج کئے گئے ہیں۔ عزیزم میاں شریف احمد صاحب کی ذاتی زندگی اور ذاتی سیرت کے مختلف پہلوؤں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے نازل ہوئے تھے مگر تعجب نہیں کہ آگے چل کر ان کی نسل میں ان مکاشفات کے بعض ظاہری پہلو بھی رونما ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی یہ بھی سنت ہے کہ جس شخص کے متعلق کوئی بات خدا کی طرف سے ظاہر کی جاتی ہے وہ بعض اوقات اس کی بجائے اس کی اولاد یا نسل میں پوری ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے آقا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں قیصر کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں دیکھیں۔ مگر آپ ان کنجیوں کے ملنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ اور یہ کنجیاں آپؐ کے خلفاء اور روحانی فرزندوں کے ہاتھ میں آئیں یا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے ہاتھ میں جنت کے انگوروں کا خوشہ دیکھا مگر ابوجہل کفر کی حالت میں ہی مر گیا اور یہ بشارت اس کے لڑکے حضرت عکرمہؓ میں پوری ہوئی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے کہ مکہ فتح ہو گیا ہے اور حضورؐ نے مکہ کا انتظام اسیر کے سپرد کیا ہے مگر اسیر آپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا اور آپ نے مکہ فتح ہونے پر اس کے بیٹے عتاب بن اسیر کو مکہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ یہ قدرت خداوندی کے عجائبات ہیں جن سے روحانی دنیا معمور نظر آتی ہے اور خدا اپنے مصالح کو بہتر سمجھتا ہے۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درثمین والے پنج تن کی درمیانی کڑی درمیان میں سے کٹ کر آسمان کی طرف پرواز کر گئی اور ہم بہن بھائی پانچ سے چار رہ گئے۔ دوست دعا کریں کہ فوت ہونے والے بھائی کو خدا تعالیٰ اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی بیگم اور اولاد کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو اور ان کو اپنے فضل و رحمت کے سایہ میں رکھے اور انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سچا وارث بنائے اور ہم جو اب چار بہن بھائی باقی رہ گئے ہیں۔ ہمیں کجب

تک ہماری مقدر زندگی ہے اپنی رضا کے ماتحت اسلام اور احمدیت کی خدمت کی توفیق عطا کرتا رہے اور ہمارا انجام اس کے عفو اور رحمت اور شفقت کے قدموں کے نیچے ہو اور ہماری اولاد قیامت تک نیکی اور تقوےٰ اور خدمت کے مقام پر قائم رہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بشارتوں سے حصہ پائے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

بالآخر میں ان بے شمار بھائیوں اور بہنوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس صدمہ میں اپنے خطوط اور تاروں کے ذریعہ ہمدردی کا اظہار کر کے اپنی محبت اور وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ خدا تعالےٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور اپنے فضل و رحمت سے نوازے کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا مگر ایک مخلص دوست کی محبت دوسرے کے دل کے لئے مرہم کا کام ضرور کر سکتی ہے۔ اور میں ان سب دوستوں کے لئے دعا کرتا ہوں جنہوں نے اس موقعہ پر ہمارے لئے روحانی تسکین کا سامان مہیا کیا ہے۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء وکان اللّٰہ معھم ومعنا۔

خاکسار۔ اسلام اور احمدیت کا ادنیٰ خادم

مرزا بشیر احمد

ربوہ ۵/۱/۶۲

بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانیے کیا یاد آیا

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

عزیزم میاں شریف احمد صاحب کی وفات پر اب قریباً بیس دن گزر چکے ہیں مگر ابھی تک ان کے متعلق غم و حزن اور نقصان کا احساس بڑھتا جا رہا ہے اور طبیعت میں بہت بے چینی رہتی ہے۔ انکی وفات گو بیس اکیس سال کی لمبی بیماری کے بعد ہوئی اور اس دوران میں کئی سخت خطرے کے وقت آئے مگر باوجود اس کے ان کی وفات ایسی اچانک ہوئی کہ اب تک ان کی وفات کا یقین نہیں آتا۔ دوسری طرف وہ دن بھی جلسہ سالانہ کے دن تھے جس کی گوناگوں مصروفیتوں اور ذمہ داریوں میں ان کی وفات یوں ہوئی کہ گویا ایک تیز رفتار بگولا آیا اور ہمارے سروں پر سے تیزی کے ساتھ گزر گیا اور خدا نے اپنے خاص الخاص فضل سے ہمارے دلوں میں اتنی مضبوطی اور صبر کی کیفیت پیدا کی کہ جلسہ کے سارے کام اپنی پوری شان اور پورے التزام کے ساتھ تکمیل کو پہنچ گئے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ذالله ذو الفضل العظیم۔

مگر جب جلسہ کا ہنگامہ گزر گیا اور خدا نے ہمیں اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں سرخرو کیا اور طبیعت نے عزیزم میاں شریف احمد صاحب کی طولانی بیماری اور بیماری کی تکالیف اور پھر اچانک ان کی وفات کے حالات پر سوچنے اور غور کرنے کی مہلت پائی تو (خدا ہمیں بے صبری سے بچائے اور اپنا صابر و شاکر بندہ رکھے) ان کی جدائی پر غم و حزن کا احساس بڑھ رہا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پتھروں کی ایک مضبوط عمارت جو پانچ پتھروں کے باہم پیوست ہونے کی وجہ سے اپنے بانی کی وفات کے بعد چون ۵۴ سال سے ایک پختہ چٹان کی طرح قائم تھی اس میں سے ایک پتھر بھی وسطی پتھر اچانک الگ ہو کر خلا پیدا کر گیا ہے۔ ہم اپنے آقا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان پیارے الفاظ کے سوا اور کچھ نہیں کہتے کہ

العین تدمع و القلب یحزن و ما نقول

الا ما یرضیٰ بہ اللہ وانا بفراق اخینا لمحزونون

ہمارا مرحوم بھائی گو پبلک میں نسبتاً کم آیا مگر اس میں بہت سی خوبیاں تھیں جو حقیقۃً قابلِ رشک تھیں۔ سادہ مزاجی غریب پروری ہمدردی۔ تنگی اور تکالیف میں صبر و شکر اور اس پر خدمت دین اور

اتحاد کا جذبہ اور اصابت رائے ایسی باتیں ہیں جن سے ان کی روح میں ایک خاص قسم کا جلا پیدا ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنی طویل اور تکلیف دہ بیماری کو جس ہمت اور صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ وہ انہی کا حصہ تھا۔ میں تو جب گزشتہ بیس بائیس سال کے حالات اور واقعات پر نظر ڈالتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ انہوں نے کس ہمت اور ضبط اور صبر و شکر سے ان حالات کو برداشت کیا اور کبھی ایک کلمہ ناشکری کا اپنی زبان پر نہیں لائے۔ مگر افسوس کہ ہم ان کی خدمت کا حق ادا نہیں کر سکے۔ بعض باتیں تحریر میں نہیں لائی جا سکتیں اور یہ باتیں اکثر لوگوں کی نظر سے اوجھل ہیں۔ لیکن جو لوگ جانتے ہیں وہ ان کی قدر و قیمت کو پہچانتے ہیں اور ان کے دل کی گہرائیوں سے دعائیں اٹھ اٹھ کر آسمان کی طرف جاتی ہیں۔

اپنی لمبی بیماری کی وجہ سے ہمارے مرحوم بھائی کے دل میں بیماروں کی ہمدردی کا خاص جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ام مظفر احمد کی ایک خادمہ نے مجھے بتایا کہ جب ام مظفر ٹانگ کی ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے میو ہسپتال لاہور میں بیمار تھیں اور انہیں بہت تکلیف تھی تو میاں شریف احمد صاحب ان کی عیادت کے لئے قریباً روزانہ آتے تھے۔ ایک دفعہ ام مظفر احمد بہت بے چین تھیں

اور ٹکور کے لیئے گرم پانی کی ضرورت تھی۔ انہوں نے اپنی خادمہ سے کہا کہ پانی گرم لاؤ اور میرے بستر میں گرم پانی کی بوتل رکھ دو۔ خادمہ کو اس کام میں کچھ دیر لگی تو میاں شریف احمد صاحب رض خود اٹھ کر اور ساتھ والے کمرے میں جا کر پانی گرم کرنے میں مدد دینے لگ گئے اور خادمہ سے کہنے لگے۔

"جلدی کرو ان کو تکلیف ہے تو نہیں جانتی کہ بیمار کا دل کتنا حساس ہوتا ہے۔"

وفات سے چند دن قبل کمزوری کی وجہ سے گر گئے اور بازو میں چوٹ آئی اور کلائی کی ہڈی میں کریک (Crack) آ گیا مگر باوجود اس کے جلسہ گاہ کا انتظام دیکھنے کے لئے موٹر میں گئے اور بعض ہدایات بھی دیں۔ مگر چونکہ ہڈی کی چوٹ کا دل پر اثر پڑتا ہے اور وہ پہلے سے دل کے مریض تھے اور ایک سال قبل دل کا سخت حملہ ہو چکا تھا اس لئے تیسرے دن اچانک داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنی جوڑی توڑ کر آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔ غالباً حکیم سید پیر احمد صاحب سیالکوٹی نے ان کی وفات سے ایک رات قبل جو یہ خواب دیکھی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میاں شریف احمد صاحب کا بازو دبا رہے ہیں۔ اس میں اسی بازو کی تکلیف کی طرف اشارہ تھا۔ اللہ اللہ! محبت اور شفقت کا کیا

عالم ہے۔ کاش ہمیں بھی دوسری دنیا میں یہ شفقت اور یہ محبت نصیب ہو۔ ایک عورت نے ان کی وفات پر خوب کہا کہ:۔

"پنجاں دی جوڑی بوڑی ہو گئی"

بوڑا پنجابی زبان میں اسے کہتے ہیں جس کا کوئی دانت درمیان میں سے ٹوٹ کر خلا پیدا کر دے۔ سو دنیا میں تو یہ خلا پیدا ہو گیا مگر خدا تعالےٰ ایسا کرے کہ آسمان میں کوئی خلا پیدا نہ ہو۔ مجھے اس وقت وہ زمانہ یاد آرہا ہے جب ہم پانچوں بہن بھائی اکٹھے حضرت اماں جان رضؓ کی آغوش میں حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک سایہ کے نیچے رہتے تھے۔ اب دعا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری اولاد نیکی اور تقوےٰ و خدمتِ دین پر قائم رہتے ہوئے آخر میں پھر حضور کے قدموں میں اکٹھی ہو اور سرخرو ہو کر آسمان پر پہنچے۔ آمین۔

میں نہیں جانتا کہ میں نے یہ مضمون (جبکہ پہلے ایک مضمون لکھ چکا ہوں) کیوں لکھا ہے۔ الّا حاجة فی نفس یعقوب قضاها۔

خاکسار:۔ مرزا بشیر احمد

لاہور ۱۳/۱/۶۲

میاں شریف احمد صاحبؓ کے متعلق

ایک دوست کا لطیف رؤیا

(رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی)

محترم بابو قاسم الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ اطلاع دیتے ہیں کہ مکرم حکیم سید پیر احمد شاہ صاحب سیالکوٹ نے ۲۶،۲۵ دسمبر ۱۹۶۱ء کی درمیانی رات کو خواب دیکھا (یعنی جس کے بعد میاں شریف احمد صاحب صبح ۸ بجے فوت ہو گئے) کہ میاں شریف احمد صاحب چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی چارپائی کے ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف رکھتے ہیں اور دوسری طرف حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا ہیں۔ میاں شریف احمد صاحب کے بازو میں بہت درد ہو رہا ہے۔ اور انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کیا کہ میرے بازو میں درد ہوتا ہے۔

میاں شریف احمد صاحب وفات سے تین دن قبل گر گئے تھے جس سے ان کی کلائی اور بازو پر کافی چوٹ آئی تھی اور ہڈی کی چوٹ کا دل پر خاص اثر پڑا کرتا ہے جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے بازو کو اپنے ہاتھ

سے دبانا شروع کر دیا ہے اور دوسری طرف حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا ان کے دوسرے بازو کو دبا رہی ہیں اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میاں شریف احمد صاحب کو محبت کے ساتھ فرمایا۔

"بیٹا فکر نہ کرو تم دس بجے سے پہلے میرے پاس پہنچ جاؤ گے"۔

بابو قاسم دین صاحب لکھتے ہیں کہ حکیم سید پیر احمد صاحب یہ رؤیا بیان کرکے زار و زار رونے لگ گئے۔ حکیم صاحب موصوف بہت مخلص احمدی ہیں اور ان کی یہ رؤیا بالکل حق ہے اور خدا کی طرف سے ہے جس پر بعد کے واقعات پوری طرح شاہد ہیں کیونکہ دوسرے دن صبح ۱۰ بجے سے پہلے ہی میاں شریف احمد صاحب خدا کو پیارے ہو گئے۔

عزیز میاں شریف احمد صاحب رضؓ نے جتنی لمبی بیماری کاٹی (اور یہ بیماری بڑی تکلیف دہ تھی) اور اس میں جس انتہائی صبر و شکر کا نمونہ دکھایا وہ ہم سب کے لئے ایک پاک نمونہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ رسول پاک کے ارشاد کے مطابق یہ بیماری آخرت میں میاں شریف احمد صاحب رضؓ کے لئے غیر معمولی رفع درجات کا موجب ہوئی ہوگی۔ چنانچہ حکیم سید پیر احمد صاحب کی یہ رؤیا بھی اس پر شاہد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عالم بالا میں ان کی تیمارداری

میں حصہ لیکر ان کے ساتھ غیر معمولی محبت کا اظہار فرمایا۔ اللّٰھم اغفرہ
وارفع مقامہ فی اعلیٰ علیین وکن معہ اھلہ وعیالہ
ومعنا اجمعین یا ارحم الراحمین

خاکسار:- مرزا بشیر احمد

از لاہور ۱۲/۱/۶۲

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-
"ایک گھنٹہ ہوا ہوگا ہم نے دیکھا والدہ محمود قرآن شریف آگے
رکھے ہوئے پڑھتی ہیں جب یہ آیت پڑھی۔
وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ
أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ
وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا
اور اس میں اولئک پڑھا تو محمود سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر دوبارہ
اولئک پڑھا تو بشیر آ کھڑا ہوا۔ پھر شریف آ گیا۔ پھر فرمایا
جو پہلے ہے وہ پہلے ہے۔"

"پھر باپ ہو جہاں میں پیدا تو بھائی ہو"

— رقم فرمودہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی —

۲۶ر دسمبر ۱۹۶۱ء صبح کے وقت میں جلسہ گاہ میں جانے کے لئے تیار ہو کر کمرے سے نکلی تھی کہ ایک عزیز نے یہ خبر سنا دی کہ میرے پیارے چھوٹے بھائی آخری سانس لے رہے ہیں۔ یہ الفاظ ایک تیر تھا کہ سینہ سے پار ہو گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کس طرح میں وہاں پہنچی۔ جا کر دیکھا تو خدا تعالیٰ کا منشاء پورا ہو چکا تھا۔ مصنوعی سانس دلانے کی بیکار سی کوشش جاری تھی جس کو ایک حد تک جاری رکھ کر چھوڑ دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اسی وقت میں نے جھک کر پیشانی پر بوسہ دیا اور ان کے کان میں درد بھرے دل سے اپنے آقا و مولےٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت ام المومنین علیہا السلام اور اپنے شوہر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کو اپنا سلام پہنچانے کی درخواست کی۔ اب تک دل نہیں مان رہا تھا خیال تھا کہ شاید ابھی سانس چلنے لگیگا مگر یہ جھوٹی امید تھی بشریت اور محبت کا تقاضا ہوتی ہیں انسان کمزور ہے۔

میرے چھوٹے بھائی (حضرت مرزا شریف احمد صاحب مرحوم) باتیں

تئیس سال سے درد دل وغیرہ سے علیل رہتے تھے۔ کئی کئی روز ان پر بڑے دکھ اور کرب کے گزرتے تھے مگر اب تین ساڑھے تین سال کا عرصہ ہوا کہ تھرمبائسس کا حملہ ہوا ہاسپٹل میں بھی داخل رہے اس کے بعد تو دراصل وہ بہت سخت بیمار رہے۔ ذرا سنبھلتے پھر دل پر اثر ہوتا اور حالت گر جاتی خصوصاً وفات سے دو ماہ پہلے سے ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی۔ پاؤں پر گھٹنوں پر ورم دل کی کمزوری سر میں چکر کئی بار چلتے چلتے گرے اور چوٹیں بھی لگیں جن کے تصور سے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ گویا وہ تمام جسم ہی ضرب خوردہ تھا۔ "وہ عالی دماغ" "وہ جوہر قابل" "وہ نیر تاباں" افسوس کہ بیماریوں کے بادلوں میں اکثر چھپا رہا اور اس کی پوری روشنی سے اس کی قابلیت خداداد سے دنیا فائدہ نہیں اٹھا سکی:

انہوں نے ظاہری تعلیم بہت التزام سے یا کالجوں وغیرہ میں حاصل نہیں کی تھی مگر حضرت سیدنا بڑے بھائی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) کی طرح ان پر بھی خدا تعالےٰ کا خاص فضل اس صورت میں نازل ہوا تھا۔ کہ ان کا علم وسیع تھا بہت ٹھوس تھا جو سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس وقت پڑھا اور کہاں پڑھا مگر علم دین کے ہر پہلو پر عبور تھا۔ عربی ایسی اعلےٰ پڑھاتے تھے کہ چند دن میں پڑھنے والوں کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے۔ رائے صائب ہوتی۔ مشورہ ہمیشہ دیانتدارانہ ہوتا۔ علم تعبیر اللہ تعالےٰ نے انکو

خاص ودیعت فرمایا تھا۔ ایسی اعلیٰ تعبیر دیتے اور اتنی تفصیل سے خوابوں
کے متعلق نکات بیان کرتے کہ طبیعت سیر ہو جاتی تھی۔ میں اپنے خواب
انکی یہ خصوصیت دیکھ کر ان کو ہی سنایا کرتی تھی۔ ایک بار خیال ظاہر کیا
کہ میرا دل چاہتا ہے ایک نیا تعبیر نامہ مرتب کروں جس میں نئی چیزوں اور
خاص ہماری نئی اشیاء کی بھی تعبیریں لکھی جائیں۔ بیماریوں نے مہلت نہ دی۔
افسوس۔ مجھ سے صرف کچھ کم دو سال ہی بڑے تھے۔ ہم دونوں اور مبارک احمد
زیادہ ساتھ کھیلے اور وہ تو ساتھ پڑھے بھی۔ مگر باوجود ان کے ہمیشہ بہت
محبتانہ سلوک کے ان کے سادہ سادہ بے تکلف طریق کے ان کے علم و
فضل ان کی انتہائی شرافت کی وجہ سے میرے دل میں ان کی عزت اور
ادب بڑھتے ہی گئے۔ علمی پہلو کے علاوہ وہ ایک نہایت شریف اسم
بامسمیٰ نہایت صاف دل غریب طبیعت دل کے بادشاہ عالی حوصلہ صابر
متحمل مزاج وجود تھے۔

اس لئے نہیں کہ وہ میرے بھائی تھے بلکہ اس کو الگ رکھ کر کوئی
بطور سچی شہادت کے مجھ سے ان کی بابت سوال کرے تو میں یہی کہونگی
کہ وہ ایک ہیرا تھا نایاب وہ سراپا شرافت تھا ایک چاند تھا جو چھپا رہا
اکثر اور چھپے چھپے چپکے چپکے رخصت ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ کی آغوش
رحمت میں پہنچ گیا۔ ان کے دکھ اور درد آخر ختم ہو گئے۔ گو ہمارے

دلوں میں بے شک ان کی یاد اور درد جدائی قائم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دعاؤں سے خدمت کی توفیق دے اور انکو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ میری اور ان کی عمر میں بہت کم فرق تھا۔ ہر وقت کا ساتھ اٹھنے کھیلنا کودنا اور چھوٹے بھائی بہت شوخ و شنگ تھے بچپن میں۔ مگر ہم کبھی نہیں لڑے مجھے ایک بار بھی کبھی انہوں نے نہیں ستایا بلکہ ہمیشہ میرا ہی کہا مان لیتے۔ شادی ہوئی تو دوہرا رشتہ ہوا۔ میرے میاں کے داماد بنے اور کسی سال پھر بو زینب بیگم (بیگم حضرت مرزا شریف احمدؓ) کی علالت کے سلسلہ میں ہمارے ہاں ٹھہرے اور اکٹھے ایک گھر میں رہے۔ دنیا میں جیسا کہ ہو ہی جاتا ہے ہو سکتا ہے کہ ان کی یکجائی کے ایام میں ہی کسی وقت کوئی بدمزگی ہو جاتی یا کوئی فرق برادرانہ تعلق میں آجاتا۔ مگر نہیں ہرگز نہیں "میرا بھائی" "میرا بھائی" ہی بنا رہا۔ لوگوں کی نظروں میں یہ ایک معمولی بات ہو سکتی ہے مگر میری نگاہ میں اس بات کی بے حد قدر تھی اور رہی اور اب دکھ کے ساتھ وہ اپنے چھوٹے بھائی ان کی محبت ان کی نرم وہ پیار بھری آواز اور اب ان کی بیماری کے ایام اتنی تکلیف ہر وقت اٹھانا یاد آکر دل کو بے قرار کر دیتا ہے بہت بہن بھائیوں اور جماعتوں کی جانب سے تاریں اور خطوط تعزیت اور ہمدردی وصول ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ میرا السلام علیکم اور شکریہ سب کی خدمت میں پہنچے جزاھم اللہ تعالیٰ

اس میں کیا شک ہے کہ سب احمدی بہن بھائی ہمارے شریک غم ہیں! اللہ تعالیٰ ہم سب پر فضل فرمائے۔ آپ سب دعاؤں پر زور دیں۔ یہی اصل ہمدردی ہے۔ مرحوم کے لئے اور ہم سب کے لئے خصوصاً حضرت سیدنا بڑے بھائی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام) اور حضرت منجھلے بھائی صاحب کی صحت کے لئے اب اور بھی زور سے توفیق دعا لئے خاص اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہوئے دعا کریں ؛

شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے۔ اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں۔ ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

الہام جنوری ۱۹۰۷ء ابتدائی
تذکرہ ۵۸۴
584

وہ بادشاہ آیا

دوسرے نے کہا ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے۔

فرمایا:۔ قاضی حکم کو بھی کہتے ہیں۔ قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رد کرے۔"

(بدر جلد ۶ نمبر ۱ و ۲ مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۳) (تذکرہ صفحہ ۶۸۲)

ہر ایک کے غمگسار

رقم فرمودہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا کا یہ قیمتی مضمون سیرت
صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس جلسہ میں پڑھا گیا جو مورخہ
۱۰ اکتوبر کو مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے زیر اہتمام مسجد مبارک ربوہ میں منعقد ہوا

میرے پیارے چھوٹے بھائی کے لئے بھی الفضل میں جتنی طاقت تھی لکھ چکی ہوں۔ اب تو اب ان کا ذکر آتے ہی دل ڈوبنے لگتا ہے۔ ان کا نام سنکر آنسو نکل پڑنا چاہتے ہیں جنکو پی جانا پڑتا ہے۔ کیا لکھوں مگر جو لکھوں ایک لفظ بھی مبالغہ آمیز نہ ہوگا۔ نام شریف۔ دل شریف۔ تعلقات عزیزداری شریفانہ قلب صافی ہمدرد۔ پھر ہر ایک کے غمگسار۔ غریبوں کی امداد اپنی طاقت سے بڑھ کر کرنے والے جس کو صورت دیکھ کر بھی ضرورت مند محسوس کیا جیب جھاڑ دی خود مقروض بلکہ اکثر حاجتمند دل غریبوں کے قرضے اتارے کام چلوا دیئے۔ غرض بادشاہ دل لے کر پیدا ہوئے تھے۔ مگر اپنی زندگی سادگی میں گزار دی۔ کپڑے پھٹ جاتے مگر پرواہ نہ کرتے۔ جیسا ہوا پہن لیا۔

بے حد منصف مزاج انصاف سے فیصلہ کرنے والے مبارک اور مفید مشورہ دینے والے اور حق بات کہنے سے کبھی کسی کے سامنے بھی گریز نہ کرنے والے سچے معنوں میں بہادر تھے۔ کوئی بات ہو مقابل میں خواہ عزیز اولاد ہو یا اپنی بیوی (جن کی خاطر و عزت عمر بھر عزیز رہی) کھری اور انصاف کی بات صاف صاف کہہ دیتے۔ ایک دن میں نے ذکر کیا کہ عباس احمد بعض بچیوں کی کسی کمزوری پر اعتراض کر رہے تھے اس امر کو ناپسند کیا اور فوراً کہا کہ عباس سے کہو یہ کمزوری اس کی بیوی (جو ان کی پیاری بیٹی ہے) میں بھی موجود ہے۔ پہلے اس کی اصلاح کرے پھر اعتراض کسی پر کرے۔

بچپن میں رات کو شائد دل گھٹتا ہوگا ضرور پچھلے پہر مٹھائی کھانے کو مانگتے۔ حضرت مسیح موعودؑ خصوصیت سے یاد کرکے چھوٹے بھائی کے لئے بیدانہ (مٹھائی) بازار سے منگوا رکھتے۔ جب وہ اٹھتے ان کو دیا جاتا دو چار دانے کھاتے ہوں گے۔ خادم لڑکیاں اٹھ کر بیٹھ جاتیں اور کہتی کہ میاں ہم تمہارے ککڑ ہیں (مرغ ہیں) بس مرغوں کو دانہ چگا کر سو جاتے۔ یہ تو خیر بچپن کا ایک لطیفہ ہے۔ مگر بہت خوبیوں کے حامل تھے۔ عوارض و علالت سے اس چاند کو گہن لگا رہا اور افسوس کہ ہمارے دلوں کو اپنی نہ بھولنے والی یاد کا داغ دیکر جلد رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مبارکہ بیگم

سیرتِ مقدسہ کے بعض درخشندہ پہلو

— مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف لیکچرار جامعہ احمدیہ ربوہ —

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد

آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۵۷۹ کے حاشیہ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ان اللہ لا یبشّر الانبیاء والاولیاء بذریۃ الّا اذا قدّر تولید الصالحین"

کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت صرف اس صورت میں دیتا ہے کہ جب اولاد کا صالح ہونا اس نے مقدر کر دیا ہو۔ اس اصول کو مدنظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت میاں شریف احمد صاحب کا صالح ہونا خدا کے ہاں مقدر تھا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

مری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے

یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے

یہ بھی عجیب توارد ہے کہ تذکرہ میں جہاں حضرت میاں شریف احمد کے متعلق ذکر ہے وہاں یہ آیت بھی حضور کو الہام ہوئی ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت

ویطھرکم تطھیرا (تذکرہ صفحہ ۶۸۷)

اس کے علاوہ اپنے منظوم کلام میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے خدا سے التجا کی ہے وہاں حضرت میاں شریف احمد صاحب رضؓ کا نام لیکر ان الفاظ میں دعا کی ہے۔

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اسکو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا

دن ہوں مُرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اِس کے ہیں دو برادر انکو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمد۔ تیرا شریف اصغر

کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطّر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اور آپ کی یہ تمام نظم اولاد کے ہی متعلق خدا سے عجز و نیاز پر مشتمل ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ مامورِ زمانہ کی ان دعاؤں نے یقیناً بارگاہِ احدیت میں بپایۂ قبولیت جگہ پائی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا کے اِذن سے نظام

بہشتی مقبرہ کا اعلان فرمایا اور فرمایا ہے اس کے متعلق خدا تعالے نے فرمایا ہے
انزل فیھا کل رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری
گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے
حصہ نہیں (وصیت ص۲۲) اس رحمت میں سے اللہ تعالے نے آپ کی
اولاد کو بغیر کسی شرط کے کثیر حصہ عطا فرمایا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"میری نسبت اور میرے اہل وعیال کی نسبت خدا نے
استثناء رکھا ہے۔ باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ہو ان
کو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنیوالا
منافق ہوگا"

بھائیو! یہ الفاظ میرے نہیں خدا کے مامور کے ہیں۔

مکرم مولوی خورشید احمد صاحب شاد نے گول بازار کی مسجد میں بیان کیا
کہ منشی نور محمد صاحب نے سنایا کہ ایک دن ہم قریباً ۱۸-۱۷ آدمی حضرت
خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی مجلس علم وعرفان میں بیٹھے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح
اول رضؓ پر خاص حالت وارد ہوئی۔ منشی صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ کے
جسم پر کپکپی سی طاری ہو جاتی اور چہرہ سرخ ہو جاتا اور ہم سمجھ جاتے کہ اب
حضرت خلیفہ اول رضؓ کسی اور دنیا میں مشغول ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا دیکھو
تمام لوگ مجلس میں موجود ہیں۔ آپ کے استفسار کے جواب میں عرض کیا گیا کہ

حضرت میاں شریف احمد صاحب ابھی اٹھ کر گئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ انہیں فوراً بلائیں۔ راقم الحروف نے اس طرح بھی یہ روایت سنی ہے کہ آپ نے خود فرمایا میاں شریف احمد صاحب کو جلد واپس بلا لاؤ۔ غالباً حضرت میاں صاحب اجازت لیکر مجلس سے اٹھ کر گئے تھے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب کو بلایا گیا۔ حضرت میاں صاحب پیشاب کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ جب عرض کیا گیا کہ میاں صاحب آ گئے ہیں تو آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بہت تضرع سے دعا مانگی۔ دعا سے فارغ ہوئے تو فرمایا مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ اس مجلس میں جو احباب ہیں وہ سب جنتی ہیں۔ اور اس مجلس میں حضرت میاں شریف احمد صاحب بھی تھے بلکہ اس خاص موقعہ پر جو خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کو عطا فرمایا آپ کو خصوصی طور پر واپس بلایا گیا۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جن کے متعلق مسیح پاک نے فرمایا تھا میری اس طرح موافقت کرتے ہیں جیسی نبض دل کی یعنی حضرت خلیفۃ المسیح اول رض ان کو خدا نے وہی خبر دی تھی کہ مسیح پاک کا یہ مبشر فرزند خدا کی جنت کا مستحق ہے۔

تذکرہ جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کا مجموعہ ہے اس کے صفحہ ۶۸۶-۶۸۷ پر حضور کا ایک رویا ان الفاظ میں درج ہے۔

"شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں ایک نے

شریف احمد کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ وہ بادشاہ آیا۔ دوسرے نے کہا ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے (فرمایا قاضی حکم کو بھی کہتے ہیں۔ قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رد کرے)"

فرمایا چند سال ہوئے ایک دفعہ ہم نے عالم کشف میں اسی لڑکے شریف احمد کے متعلق کہا تھا

"اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں"

"انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔

(تذکرہ صفحہ ۶۸۶۔۶۸۷)

آپ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور کشف بھی ملاحظہ فرمائیے۔

"اسی طرح حضرت میاں شریف احمد صاحب کی ولادت پر عالم کشف میں ایک ستارہ دیکھا اس پر لکھا تھا" معمر اللہ" (تذکرہ ص۲۷۵)

پھر اسی صفحہ پر یہ بھی درج ہے۔

"تو اس وقت عالم کشف میں میں نے دیکھا کہ آسمان پر سے ایک روپیہ اترا اور میرے ہاتھ پر رکھا گیا اس پر لکھا

کہ "نصر اللہ" تھا۔

اس کشف کی تشریح بھی آئندہ صفحات میں کی جائیگی۔

اب میں خدا کی ان بشارات کی تشریح حضرت میاں صاحب موصوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زندگی کے واقعات کے ذریعہ سے پیش کرنے کی کوشش کرونگا۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والیہ المآب

میں نے اس مضمون کی تیاری میں حضرت مرزا عزیز احمد صاحب مکرم جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس مکرمی و محترمی صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب۔ مکرم نیک محمد خانصاحب۔ مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب۔ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ۔ مکرم چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب اور چوہدری سعید احمد صاحب عالمگیر افسر خزانہ۔ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ و عزیزان خلیفہ صباح الدین صاحب اور مرزا ادریس احمد صاحب سے مدد لی ہے۔ مجھے ان بزرگوں سے ایسے واقعات ملے کہ جن کے بیان سے میں اس قابل ہوا کہ حضرت میاں صاحب کی مقدس و قابلِ رشک حیات کے بعض پہلو آپ کے سامنے بیان کرسکوں۔

پیدائش ۱۸۹۵ء کو حضرت ام المومنینؓ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ آپ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے عمر میں چھ سال چھوٹے تھے اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب سے دو سال۔ آپ نے

قریباً ۷۶ سال عمر پائی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام سے ظاہر ہے کہ آپ نے سات سال کی عمر میں کلام پاک پڑھ لیا تھا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زبانِ مبارک سے بھی اور حضرت ام المومنین کی مبارک زبان سے بھی آپ کے لئے متعدد دعائیں فرمائیں۔ آپ نے حق تعالیٰ سے ان کی پارسائی۔ خوشحالی۔ خردمندی۔ اقبال مندی۔ تقویٰ۔ خدا نمائی۔ فخر دیار۔ اہلِ بوقار عمائدین ہونے کی دعا کی۔ خدا تعالیٰ کی رُشد ہدایت اور رحمت سے معطر ہونے کی دعا کی اور اس کی ہی حفاظت میں انکو دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے وقت آپکی عمر تیرہ سال کی تھی۔ مامور زمانہ اور موعودہ والدہ (کہ جسے خدا نے خدیجہ کہا) کی آغوشِ تربیت میں تیرہ برس کا عرصہ کوئی کم عرصہ نہیں۔ آپ کی زندگی کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام المومنین کی یہ دعا کثرت سے آپ کے وردِ زبان رہتی۔ یاحیّ یا قیّوم برحمتک نستغیث۔ اسی طرح درود سورۂ فاتحہ اور سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم بھی اکثر ورد کرتے اور فرماتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درود شریف اور سورۂ فاتحہ کی بہت تاکید فرماتے تھے اور سبحان اللہ و بحمدہ کی یہ مشہور حدیث سنایا کرتے تھے۔

کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم

نماز کے متعلق چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب تاکید فرمایا کرتے تھے کہ سفر میں نماز کو ہمیشہ پہلے وقت پڑھ لینا چاہیئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ کافی وقت ہے پڑھ لیں گے۔ ہمیشہ اول وقت میں نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیئے آپ کو نماز کا کتنا خیال ہوتا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ ایک موقعہ پر گجرات میں دورہ کے سلسلہ میں ۶ بجے شام پہنچنا تھا لیکن مجبوراً یہ پروگرام بدلنا پڑا اور تار دے دی کہ رات بارہ بجے بذریعہ ٹرین پہنچیں گے لیکن تار بھی وقت پر نہ پہنچ سکی اور میاں صاحب کوئی ایک بجے چوہدری اعظم علی صاحب سیشن جج (جو کہ اس وقت گجرات کی جماعت کے امیر تھے) کے مکان پر پہونچے۔ رات کھانے سے فارغ ہوئے تو دو بج گئے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا اب تہجد کی نماز پڑھتے ہیں اور اس کے بعد صبح کی نماز پڑھ کر سوئیں گے۔ کیونکہ اگر اب سو گئے تو صبح کی نماز ضائع ہو جائیگی۔

قرآن مجید کی تلاوت و درس کتب مسیح موعود علیہ السلام

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب فرماتے ہیں کہ آپ بلا ناغہ صبح کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت باواز بلند فرماتے۔ چوہدری ظہور احمد صاحب فرماتے ہیں آپ سفر میں بھی اس کی پابندی فرماتے اور آپ کی آواز سنکر میں نے اکثر صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ کہتے سنا ہے کہ آپ کی آواز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز سے بہت مشابہ ہے۔ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد تمام افراد خانہ کو اکٹھا کر کے ۱۵ ۲۰ منٹ تک آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس دیتے تھے۔ اس کا طریق یہ ہوتا تھا کہ آپ بار بار حاضرین میں سے کسی کو کتاب پڑھنے کے لئے ارشاد فرماتے اور بوقت ضرورت آپ اس کی تشریح فرماتے۔ مسجد مبارک میں رمضان المبارک میں صبح کی نماز کے بعد بخاری کا بھی آپ درس دیتے رہے - مولانا ابو العطاءؔ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے درس بخاری شریف میں علمی نکات کے علاوہ خاص روحانی رنگ عیاں ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ آپ تمام بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے اور ان کے تلفظ کی صحت کا بہت اہتمام فرماتے۔ گھر میں اپنے بچوں پوتوں اور بعض بھتیجے بھتیجیوں کو آپ نے ہی قرآن پڑھایا۔ صاحبزادہ مرزا منصور احمد

صاحب روایت کرتے ہیں کہ قادیان میں جب ایک بار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے عربی بول چال کے سیکھنے پر زور دیا تو گھر کے اکثر افراد بالخصوص مستورات آپ سے ہی تعلیم حاصل کرتیں اور یہ کہا جاتا تھا کہ آپ کا طریقہ تعلیم بہت مفید اور دلنشیں ہے اور طالب علم کو رواں کر دیتا ہے۔

صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے کوئی چھ ماہ تک جامعہ ازہر میں بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ حصولِ تعلیم کے لئے وہاں داخل ہوئے تھے۔ لیکن تعلیم کو جاری نہ رکھ سکے اور جلد واپس آنا پڑا۔

اس بات کا آپ کو شوق تھا کہ اپنے عزیز و اقرباء کے بچوں سے قرآن سنیں اور تلفظ کی تصحیح فرمائیں۔ سید مبارک احمد صاحب کارکن دفتر اصلاح و ارشاد کہتے ہیں کہ مجھ سے سیر کو جاتے ہوئے کلام پاک سنتے غلطیاں نکالتے اور فرماتے لمبی لمبی سورتیں زبانی یاد کرنی چاہئیں اس سے حافظہ بھی بڑھتا ہے اور ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ صباح الدین صاحب روایت کرتے ہیں کہ قرآن پاک کی تلاوت سنتے وقت میں نے خود آپ کی آنکھوں کو آبدیدہ دیکھا ہے۔

چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ فرماتے ہیں کہ ہونٹر میں بھی آپ نو واردین شاہدین سے قرآن مجید سنتے رہتے۔ اس کے معانی و معارف پر ان سے تبادلۂ خیالات

فرماتے رہتے۔

چوہدری سعید احمد صاحب عالمگیر فرماتے ہیں کہ ایک دن کسی کام کے لئے حضرت میاں صاحب نے ان کو اپنے دفتر میں بلایا اور بعض امور کے متعلق ہدایات فرمائیں۔ اس اثناء میں ایک مشہور حافظ صاحب کسی نجی کام کے سلسلہ میں دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں آئے تو حضرت میاں صاحب نے ان کو دیکھ کر بلایا۔ جب وہ آئے تو اٹھ کر ان کو اپنے پاس بٹھا لیا اور قرآن پاک سننے کی خواہش کا اظہار فرمایا جب وہ قرآن پاک کی تلاوت کر چکے تو حضرت میاں صاحب ان کو وداع فرمانے لگے تو دس روپے کا نوٹ چپکے سے ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔

سب سے پہلی مبلغین کلاس

قادیان میں سب سے پہلی مبلغین کلاس جو جاری ہوئی اس کے استاد حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ تھے۔ آپ بھی اس کلاس کے طالب علم تھے۔ اس کلاس میں حضرت میاں صاحب۔ مکرم و محترم مولانا شمس صاحب مکرم مولانا غلام احمد صاحب بدوملہی۔ مکرم مولانا ظہور حسین صاحب اور عالشیس کے زین العابدین وغیرہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مکرم مولانا شمس صاحب فرماتے ہیں۔ قرآن مجید۔ صحاح ستہ مکمل اور اصول فقہ کی بعض بنیادی اور بڑی کتب آپ نے اس جماعت کے ساتھ پڑھیں۔ بعض بیرونی جلسوں

پر بھی کلاس کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ مکرم شمس صاحب فرماتے ہیں کہ مالیر کوٹلہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ جو مناظرہ ہوا تھا اس میں ثالثی کے فرائض آپ ہی سرانجام دیتے تھے۔ یعنی تنازعات کے وقت معاملہ آپ ہی سلجھاتے تھے۔

اس وقت کلاس حضرت میاں صاحب کے مکان پر ہی لگتی تھی اور محترم شمس صاحب کا قیام بھی حضرت میاں صاحب کی بیٹھک میں ہی تھا۔ اس کمرہ میں مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب بھی فروکش رہے ہیں۔ مکرم شمس صاحب فرماتے ہیں کہ آپ خاموش طبیعت تھے لیکن بہت ہمدرد تھے اور دوستوں سے بے تکلف۔ شمس صاحب نے آپ کی بے تکلفی کا ایک واقعہ بھی سنایا کہ ہاکی کھیلتے وقت میرا سامنے کا آدھا دانت ٹوٹ گیا تھا باقی آدھے دانت میں سخت درد ہوتی تھی چنانچہ میری تکلیف کو دیکھ کر رات کے وقت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور حضرت میاں صاحب مجھے دانت نکالنے کے لئے ہسپتال لے گئے۔ حضرت میاں صاحب کا اصرار تھا کہ دانت نکال دیا جائے۔ مجھے دانت نکلوانے میں شرح صدر نہ تھا۔ مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب فرماتے تھے کہ دانت میں تب نکالوں گا جب مولوی صاحب اجازت دیں اور میں اجازت نہ دیتا تھا۔ حضرت میاں صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ دانت نکال دیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ یہ

جب تک اجازت نہ دیں میں کیسے نکالوں چنانچہ میں اجازت نہ دیتا تھا اور ڈاکٹر صاحب میری اجازت کے بغیر نکالنے کی جرأت نہ فرماتے تھے۔ حضرت میاں صاحب نے دیکھا تو فرمایا اچھا آپ نہ نکالیں میں نکالتا ہوں۔ یہ کہہ کر اوزار وغیرہ سنبھالے تو میں نے کہا میاں صاحب تو دانت نکال کر ہی چھوڑیں گے اور نہ جانے کس طرح نکالیں۔ میں نے جھٹ کہا اچھا میں ڈاکٹر صاحب کو اجازت دیتا ہوں وہ نکال دیں آپ نہ نکالیں چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اب اوزار سنبھالے اور میرا دانت نکال دیا:

مکرم محترم مولانا شمس صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۲۱ء کا واقعہ ہوگا حضرت میاں صاحب مجھے فرمانے لگے کہ آپ لوگوں سے یہ حالات اکٹھے کریں کہ وہ احمدی کیونکر ہوئے؟ یہ سلسلہ تبلیغی اور تربیتی طور پر بہت مفید اور مؤثر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک واقعہ بھی سنایا کہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گڑگانوی نے سنایا تھا کہ عبداللہ آتھم کی وفات پر جب غلام فرید صاحب چاچڑاں والے نے اپنی غیرت کا اظہار فرمایا تو ان کی احمدیت کا باعث یہ واقعہ ہی ہوا تھا۔ چنانچہ آپ کے ارشاد پر محترم شمس صاحب نے قادیان میں ایسے حالات اکٹھے بھی کئے تھے اور انگلستان جاتے وقت یہ حالات مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے سپرد کر دیئے تھے نہ جانے ان کا کیا حشر ہوا۔

اب وفات سے پہلے نظارت اصلاح وارشاد میں بھی حضرت میاں صاحب نے اس ضمن میں کام شروع کر دیا ہوا تھا۔ اس بارہ میں دفتر میں مواد موجود ہے۔ مکرم مولانا شمس صاحب فرماتے ہیں حضرت میاں صاحب میں سادگی کا وصف بہت نمایاں تھا بڑائی کی بو تک آپ میں نہ پائی جاتی تھی۔ دوستوں سے آپ گھل مل کر رہتے تھے۔

سلسلہ کی خدمات

حضرت میاں شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ، ناظر تعلیم۔ ناظر اصلاح و ارشاد اور ناظر خاص تین اہم نظارتوں کے انچارج رہے۔ نظارت خاص کا مطلب احرار کے زمانہ میں دشمنوں کے منصوبوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ نظارت تعلیم اور نظارت اصلاح و ارشاد یہ دونوں شعبے ایسے ہیں جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا براہ راست مشن یہی تھا پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درپے آزار ہونے والوں کا مقابلہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائمقامی ہے جس کی طرف اس الہام میں اشارہ ہے؛

"اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں۔"

اور الہام میں آپ کے متعلق جو قاضی کا بھی لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمائے تھے کہ تائید حق کرے اور باطل کا رد کرے۔ تائید حق اصلاح و ارشاد کا محکمہ ہے اور تردید باطل نظارت

خاص کا کام تھا۔ اس کے علاوہ تلاوت اور تقریریں ہیں۔ آپ کا انداز
سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت مشابہ تھا۔ مساکین کی محبت
اور ان کی امداد میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصف نمایاں طور پر
آپ میں پایا جاتا تھا۔ احقر کے نزدیک آپ کی زندگی کے یہ نمایاں پہلو
اسی الہام کی تعبیر ہیں۔

اہل وقار و فخر دیار

نیک محمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ ۱۹۲۰ء
میں آپ کے فوج میں جانے کے متعلق فیصلہ ہوا
تو حضرت ام المومنین نے مجھے بلایا اور کہا مجھے تم پر اعتماد ہے تم ان کے
ساتھ جاؤ۔ خان صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب پندرہ دن
میں برہما کمپنی میں لیفٹیننٹ مقرر ہوئے۔ آپ کی ابتدائی ٹریننگ پر صوبیدار
مدد خان صاحب جو راولپنڈی کے رہنے والے تھے متعین ہوئے۔
قریباً ڈیڑھ مہینہ انہوں نے حضرت میاں صاحب کو ٹریننگ دی اور پھر
اپنے انگریز کرنل کو کہا "جو کچھ یہ جانتے ہیں میں بھی نہیں جانتا" یہ تو
اب مجھے پڑھاتے ہیں۔ میں نے ایسا فہم کا مالک اور نکتہ رس آدمی
آج تک نہیں دیکھا۔ تمام کمپنی میں آپ کی نہایت درجہ تعظیم تھی۔ آپ سے
بڑے افسر بھی سب آپ کا احترام کرتے تھے۔ خان صاحب فرماتے
ہیں اس کا اندازہ ایک واقعہ سے ہوا۔ ایک موقعہ پر آپ کو اچانک سخت

پیٹ درد کا دورہ ہوا فوراً ہسپتال فون کیا گیا ایمبولنس آگئی اور حضرت میاں صاحب کو ہسپتال لے جایا گیا۔ جب کرنل کو پتہ چلا تو خود ہسپتال آیا اور تمام عملہ کو اکٹھا کیا۔ فوراً چیف میڈیکل افسر کو بلوایا گیا اور کرنل نے ہدایت کی کہ تحقیق کی جائے کیا وجہ ہوئی ہے دردکی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت میاں صاحب کو سخت اسہال شروع ہو گئے۔ میں سخت گھبرایا ہوا تھا۔ اسسٹنٹ چیف میڈیکل افسر برہمن تھا وہ مجھے کہنے لگا تم اتنے کیوں گھبرائے ہوئے ہو۔ میں نے عرض کی (اور اس پر خان صاحب محترم رونے لگ پڑے۔ میں جتنی دیر خان صاحب سے حالات سنتا رہا۔ آپ بار بار روتے رہے اور تمام عرصہ آپ کی آنکھیں نمناک رہیں۔ اور فرمانے لگے مولوی صاحب میاں صاحب کو جتنا میں جانتا ہوں اور کوئی نہیں جانتا) کہ یہ اس اوتار کا فرزند ہے جو اس زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آیا یعنی حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس پر وہ ڈاکٹر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا رام رام مجھے ایسے آدمی کی خدمت کا موقعہ ملا ہے اور پھر حضرت میاں صاحب کی نہایت درجہ تعظیم کرتا۔ جب حضرت میاں صاحب کو قدرے صحت ہوئی تو ایک دن اس ڈاکٹر صاحب نے میاں صاحب کو کہا کہ یہ آدمی آپ کی بیماری میں سخت پریشان تھا خان صاحب فرماتے ہیں مجھے سب جانتے تھے کہ میں آپ کا خادم ہوں۔ ڈاکٹر

نے کہا یہ آپ کا خادم عجیب ہے۔ حضرت میاں صاحب نے سنا تو فرمایا "یہ میرا نوکر نہیں میرا دوست ہے"۔ اس واقعہ سے لطف اندوز ہوتے اور آپ کے بزرگ اور مقدس والد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس واقعہ کو بھی ذہن میں گردش دیجئے جب کپورتھلہ کے ایک خادم کو ڈاک کی منشی کے دوران کہ جب انہوں نے ایک لفافہ پر یہ لکھا دیکھ کر سوائے حضرت صاحب کے اور کوئی نہ کھولے خط حضور کے سامنے کر دیا تھا اور مامورِ زمانہ نے فرمایا تھا منشی صاحب خط کھولیں آپ اور ہم کوئی دو ہیں۔ میں نے جس شخص سے یہ روایت سنی ہے وہ کہتے ہیں جب بھی منشی صاحب یہ واقعہ بیان فرماتے آبدیدہ ہو جاتے تھے مگر نیک محمد خان صاحب جنہیں میں نے لڑکے کی وفات پر مثالی صبر کرتے دیکھا اور میں نے ان کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے۔ حضرت میاں صاحب کے سارے ذکر کے دوران میں نے ان کی آنکھوں سے آنسو ہی گرتے دیکھے۔ وہ کہتے ہیں ہسپتال میں افسروں کی اس طرح آمد تھی جیسے تمام کمپنی کا بلکہ فوج کا سب سے بڑا افسر بیمار ہے۔

چوہدری ظہور احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ریڈ ڈنگ کے دوران میں نے دیکھا بڑے بڑے انگریز فوجی افسر آپ سے ملنے آتے۔ آپ ان کی مہمان نوازی تو فرماتے لیکن ان کی آمد کو کوئی غیر معمولی اہمیت نہ دیتے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب بڑے بڑے زود سا معمولی سے معمولی انگریز کی خوشامد کرتے نہ تھکتے

تھے۔ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب فرماتے ہیں قادیان میں کارخانہ کے ضمن میں انگریز افسر آتے۔ آپ نہایت بے تکلفی سے ان سے بات کرتے۔ لیکن چونکہ آپ کی گفتگو معلومات سے پُر ہوتی اور نہایت درجہ مؤثر ہوتی۔ اس لئے آپ کی بات کا افسر کبھی انکار نہ کرتے اور جو افسر بھی آتا آپ کا گرویدہ ہو کر جاتا اور ہمیشہ آپ کا احترام کرتا۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کا نتیجہ تھا:۔

خیال کر ان کی پیشانی پہ اقبال ❊ نہ آئے ان کے گھر تک رعبِ دجال

آپ کے غیر معمولی وقار وجاہت اور پُر تاثیر شخصیت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کو حکومت کی طرف سے اسسٹنٹ ریکروٹنگ افسر لاہور ایریا مقرر کیا گیا تھا اور آپ سے سینئر افسروں کا حلقہ اس سے چھوٹا تھا لیکن آپ یہ تمام کام آنریری طور پر ہی کرتے اور اس کا کوئی معاوضہ حکومت سے نہ لیتے تھے۔ اس زمانہ میں لوگ ایک ایک ریکروٹ کے لئے سرٹیفکیٹ حاصل کرتے۔ لیکن آپ اپنے ریکروٹ دوسروں کے نام لگوا دیتے۔ محترم چوہدری ظہور احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ۶۵ ریکروٹ تو آپ نے میرے ہی نام لگوائے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ان خدمات کے عوض لوگ بڑے بڑے انعامات اور صلے پاتے لیکن آپ نے کبھی اس کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ کبھی خواہش بھی نہیں کی۔ چوہدری صاحب روایت کرتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ لاکھوں

ہندوستانی اس وقت محاذِ جنگ پر ہیں ان کی جانوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ اور بھرتی دی جائے۔ اور ہندوستان کی آزادی کیلئے بھی ضروری ہے کہ اگر انگریز کو شکست ہوگئی تو ہندوستان کی آزادی خطرہ میں پڑ جائیگی۔ اس انداز فکر سے آپکے تدبر اور نکتہ رسی کا پتہ چلتا ہے۔

راقم الحروف یہاں یہ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہے کہ حضرت میاں صاحب کا فوج میں جانا جماعت کے لئے بے حد بابرکت اور دور رس نتائج کا حامل ہوا کہ آج بھی جماعت حضرت میاں صاحب کی اس قربانی کا ثمرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔

وقت کی پابندی اور محنت پسندی

مولانا ابو العطاء صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب چاہتے تھے کہ سلسلہ کا کام پوری باقاعدگی سے ہو اور آپ کے ساتھیوں میں ذمہ داری کا پورا پورا احساس ہو۔ اپنے ساتھیوں کو ان کے دائرہ عمل میں پورا اختیار دیتے اور ذمہ دار ٹھہراتے اور اگر بشری تقاضوں کے ماتحت عملہ سے کوتاہی ہوتی تو ستاری اور پردہ پوشی فرماتے۔

وقت کی پابندی کا بہت اہتمام فرماتے جس جلسہ کا اہتمام آپ کے ہاتھ میں ہو یا آپ نے تقریر فرمانا ہو تو اس کا آغاز یقینی طور پر مقررہ وقت پر ہوتا تھا آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ایک بجے

کے ولیمہ کی دعوت تھی۔ دوپہر کے کھانے پر مدعو تھے کسی وجہ سے کارکنوں کی طرف سے تاخیر ہو رہی تھی۔ آپ نے دعوت کا وقت پوچھا اور مقررہ وقت پر کھانا شروع فرمایا اور تشریف لے گئے۔ راقم الحروف کی رائے میں اس کردار کی تخلیق میں آپ کی ملٹری ملازمت کا یقیناً اہم دخل ہوگا۔ وقت کی پابندی زندگی میں کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لئے ایک بڑا وصف ہے۔

آپ کی محنت پسندی ہی سے قادیان میں ایک عظیم کارخانہ کی بنیاد تھی یہاں یہ ذکر بھی بے موقعہ نہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو داؤد قرار دیا ہے۔ اور داؤد علیہ السلام کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے۔ والنّا له الحدید۔ ایک بار حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس پر مضمون تحریر فرمایا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یہ الہام ہوا انا الناّ له الحدید (تذکرہ ۸۶ھ) اس میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اس داؤد کے ذریعہ بھی دنیا کو اس داؤد کی طرح کچھ اس نوعیت کے کارنامے دکھائیگا۔ لہٰذا قادیان میں کارخانوں کا وہ سلسلہ اس الہام کا ایک ادنیٰ مظاہرہ تھا جو آئندہ نہ جانے کس کس صورت میں اپنی تابانی دکھائےگا انشاء اللہ العزیز۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ حضرت میاں صاحب خود اپنے ہاتھ سے کام

کرتے۔ کئی چیزوں کی ایجاد آپ کی اس محنت اور جودت ذہن کا ہی کرشمہ تھا جنہیں دوسری جگہ بیان کیا گیا ہے۔ آپ کی سخت کوشی کا ایک واقعہ چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ بیان فرماتے ہیں کہ دفتر میں تشریف لائے۔ پانی لوٹے میں منگوا کر پاؤں دھوئے اور فرمایا مجھے بخار معلوم ہوتا ہے تھرمامیٹر لاؤ۔ تھرمامیٹر لگایا تو بخار ۱۰۲ درجہ سے کچھ اوپر تھا۔ میں نے عرض کی حضرت میاں صاحب آرام فرمائیں اور عرض کیا کہ اس حالت میں دفتر میں تشریف لانے کی تکلیف کیوں فرمائی؟ چوہدری صاحب فرماتے ہیں حضرت میاں صاحب مسکرائے اور فرمایا "تم مجھے بھی حضرت صاحب سمجھتے ہو" اس فقرہ سے بڑے بھائی کے لئے احترام اور ان کے مقام کا اشارہ تھا ورنہ کس سے مخفی ہے کہ بڑے بھائی نے قوم کے لئے اپنے اعصاب توڑ کر رکھ دیئے اور اپنی ہڈیوں کا گودا خشک کر لیا۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے اس شعر میں اسی حقیقت کو ہی تو بیان فرمایا ہے ؎

قوم احمد جاگ تو بھی جاگ اس کے واسطے
ان گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

وہ جس نے ہماری خاطر اپنا چین، نیند اور سکھ، قربان کر دیا جس نے ہر قیمت اور ہر آن احمدیت کو مقدم رکھا۔ ان کو حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ سے زیادہ کون جان سکتا تھا لیکن اس فقرہ میں تو اپنے عجز اور شریف اصغر کی طرف اشارہ تھا کہ "تم مجھے بھی حضرت صاحب سمجھتے ہو"

اور ساتھ ہی فرمایا میں جس دن لیٹ گیا اس دن ہی گیا۔ اور دیکھنے والے جانتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب سخت سردرد میں ہائے ہائے بھی کرتے ہیں اور چلتے پھرتے کام بھی کرکے جاتے تھے اور یہ تو احباب نے کئی بار دیکھا ہوگا کہ حضرت میاں صاحب سڑک پر چلے جارہے ہیں اور ضروری مسودات سن رہے ہیں اور جگہ جگہ اصلاح بھی فرمارہے ہیں۔ لیکن یہ محنت کوش انسان پورا متوکل تھا۔ مولانا ابوالعطاء صاحب فرماتے ہیں حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ بہت توکل کرنے والے بزرگ تھے ضرورت سے زیادہ احتیاطی تدابیر آپ کو پسند نہ آتی تھیں اور یہی عملی تفسیر ہے حدیث اعقل وتوکل کی۔ نہ کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر محنت سے منہ موڑ کر انسان نکما بیٹھا رہے۔ کتنے آدمی ہیں جو ایسی صحت میں بھی اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں اور کتنے ہیں جو ایک سو دو بخار میں بھی دفتر مفوضہ کاموں کے لئے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حریتِ فکر اور صائب رائے

حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ دو وصف بھی بڑے نمایاں تھے حفظ مراتب کا پورا احترام رکھتے ہوئے بھی صحیح بات ضرور گوش گزار کرتے۔ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب جب صدر انجمن احمدیہ کے اجلاس میں تشریف فرما ہوتے اور کسی معاملہ پر بحث ہوتی تو ہم یہ خیال کرتے کہ حضرت میاں صاحب اس معاملہ میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہے۔ مگر جب ہم اپنی

اپنی رائے کا اظہار کر چکتے تو حضرت میاں صاحب سر بلند کرتے اور ایسی مختصر مگر مدلل رائے کا اظہار فرماتے کہ ہم سب حیران رہ جاتے۔ اور ہمیشہ ان کی رائے ہی قبول ہوتی۔

بڑی سے بڑی فائل آپ کی خدمت میں پیش ہوتی۔ آپ اسے سنتے اور ایسا مدلل فیصلہ تحریر فرماتے کہ یوں معلوم ہوتا جیسے ایک ایک صفحہ کا مضمون آپ کے ذہن میں مستحضر ہے۔ چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ بیان فرماتے ہیں جب نو وارد شاہدین تعلیم سے فارغ ہو کر ہمارے دفتر میں حاضر ہوتے تو آپ ان سے قرآن۔ حدیث اور دینی مسائل پر گفتگو فرماتے اور اس سے آپ ان کے کردار اور قابلیت کے متعلق رائے قائم فرما لیتے۔ اور یہ رائے اس قدر درست ہوتی کہ بعد میں ہونے والے واقعات حرف بحرف اس کی تصدیق کرتے چوہدری صاحب فرماتے ہیں کہ دو نوجوان مبلغین ہمارے دفتر آئے۔ آپ نے ان سے گفتگو کے بعد فرمایا فلاں کا علم بہت سطحی ہے اور نمائش زیادہ ہے۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ طالب علم اپنے آپ کو بہت اچھا لکھنے والا سمجھتا تھا۔ اس کے مضامین الفضل میں بھی شائع ہوتے۔ اور اپنے ذہن پر اس کو بہت ناز تھا چنانچہ حضرت میاں صاحب کی فراست ملاحظہ ہو کہ آج یہ شخص خدمات سلسلہ سے الگ ہو چکا ہے۔ دوسرے نوجوان کی تعریف فرمائی اور فرمایا یہ کام کا آدمی ہے۔ چنانچہ یہ دبلا پتلا نوجوان آج پاکستان کے اہم شہر میں بڑی عمدگی سے مبلغ

کہ فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ اسی طرح ایک اور نو وارد مبلغ کی درخواست
آنے پر آپ اس کی درخواست کو روکے رکھا اور مجھے فرمایا یہ شخص
وقف سے دوڑنا چاہتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ یہ خدمت میں اڑا ہی
رہے اور بعد میں ہونے والے تمام واقعات حضرت میاں صاحب کی فراست
اور مطالعہ کی عملی تفسیر ہیں۔ لیکن آپ کوئی بری رائے جلد قائم نہ فرماتے۔ اگر کسی
مبلغ کے متعلق کوئی شکایت موصول ہوتی تو اس کی explanation منگواتے۔ اسے
سنتے اور پھر بھی اس پر ایک آدھ دن غور فرماتے۔ چوہدری صاحب فرماتے
ہیں کہ آپ کی رائے کو جلد متاثر بھی نہ کیا جا سکتا تھا۔ باجوہ صاحب فرماتے
ہیں ایک دفعہ نظارت اصلاح و ارشاد نے اعتکاف کے متعلق اعلان کیا
کہ اعتکاف فلاں تاریخ کو بیٹھ جائے۔ چوہدری فرماتے ہیں حضرت میاں صاحب
کا خیال تھا کہ اس سے پہلے بیٹھنا چاہیئے جب الفضل میں اعلان ہوا
تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ناظر اصلاح و ارشاد
اور نائب ناظر یعنی احقر مجھے آکر ملیں چنانچہ ہم حاضر ہوئے تو فرمایا الفضل
کو دیکھا جائے اس بارہ میں اس میں میری رائے شائع ہو چکی ہے۔ حضرت
میاں صاحب نے عرض کی حضور دیکھی ہے اس میں یہی رائے ہے۔ آپ نے
فرمایا رپورٹ لکھنے والے نے اپنے پاس سے لکھ لی ہے۔ حضرت میاں
صاحب نے بڑے ادب سے آہستگی سے عرض کی حضرت میاں بشیر احمد صاحب

کے نام سے چھپی ہے تو حضور نے سکوت فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے
فرمایا اس طرح دس دن پورے نہیں ہوتے حضرت میاں صاحب نے فرمایا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عشرہ کہا ہے دس دن نہیں فرمائے پھر
خلافت اولیٰ میں اس مسئلے کا ذکر آیا تو عرض کی گئی کہ حضرت میاں شریف احمد
صاحب فرماتے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح اول رض اسی طرح فرماتے تھے تو حضور
نے فرمایا میاں شریف احمد صاحب کو کیا علم ہے وہ تو اس وقت بچے تھے
حضرت میاں شریف احمد صاحب کی نگاہیں نیچی تھیں۔ بڑے ادب سے
عرض کی ہاں حضور ۱۴ سال کا بچہ تھا۔ حضور نے فرمایا بھابی زینب تو
کہتی ہیں حضرت خلیفہ اول رض نے یوں فرمایا تھا یعنی حضرت میاں صاحب
کے خلاف ان کی رائے ہے تو حضرت میاں صاحب فرمانے لگے۔ آپ
ہماری نہیں مانتے اور عورت کی مانتے ہیں جبکہ شریعت نے نصف
ووٹ قرار دیا ہے۔

اللہ اللہ اس گفتگو سے دونوں بھائیوں کے محبت بھرے انداز گفتگو
اور حریت فکر اور باہمی افہام و تفہیم پر غور کیجئے اور دیر تک ان قدسی انسانوں
کے کمعار کا لطف اٹھائیے۔

فتنہ احرار کا زمانہ اور حضرت میاں صاحب کی حسنِ تدبیر | سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

نے نظارت خاص ان ایام میں اس لئے مقرر فرمائی تھی تا احرار کے فتنہ سے جماعت اور شعائر اللہ کی حفاظت کی جائے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب احرار کی تعلی اس حد تک تھی کہ جماعت احمدیہ اب چند روز کی مہمان ہے، ایک طرف حکومت ان کو شہ دے رہی تھی تو دوسری طرف بعض مشہور لیڈر ان کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ جماعت احمدیہ کی مثال ان ایام میں بالکل اس کشتی کی تھی جو متلاطم سمندر کی مہیب لہروں پر ہچکولے کھا رہی ہو۔ لیکن اس کشتی کا ناخدا وہ خدائے ذوالعرش تھا جس نے ایسے ایام میں جبل ارارات پر نوح کی کشتی کو لگایا تھا۔ جماعت کے اولوالعزم امام کی زیر ہدایات اس نظارت کو قائم کیا گیا اور حضرت میاں شریف احمد صاحب کو اس کی خدمت سونپی گئی۔ احرار کی انتہائی کوشش تھی کہ جماعت احمدیہ کے امام پر قاتلانہ حملہ کیا جائے لیکن حضرت میاں صاحب اس طور پر حفاظت کا انتظام فرماتے کہ دشمن کو علم بھی نہ ہوتا کہ حضور کس موٹر میں ہیں اور کس راستہ سے گزر گئے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری والے مشہور مقدمہ میں جب حضور گورداسپور بذریعہ موٹر تشریف لے گئے تو چوہدری ظہور احمد صاحب بیان فرماتے ہیں حضرت میاں صاحب نے اس طرح جلوس کو ترتیب دیا کہ سائیکل سوار تقریباً ساٹھ دو دو کی رو میں موٹروں کے آگے تھے۔ تین موٹریں تھیں اور بقیہ سائیکل سوار موٹروں کے پیچھے تھے۔ کل کمی ت

سو ڈیڑھ سو سائیکل سوار تھے جلوس اس طرح ترتیب دیا گیا کہ دشمنوں نے دو ہزار سائیکل سوار بیان کئے اور دیکھنے والے کہتے تھے کہ گورداسپور کی تاریخ میں ایسا جلوس اس سے پہلے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ آپ کی بیدار مغزی سے احرار کی اکثر چالیں ناکام ہوئیں بلکہ اکثر ان کی تدابیر کا ہمیں قبل از وقت علم ہو جاتا آپ کی ان مساعی اور تدابیر سے متاثر ہو کر دشمن نے کوشش کی کہ میاں شریف احمد صاحب کو اپنے راہ سے ہٹایا جائے۔ چنانچہ ۸ جولائی ۱۹۳۵ء کو چھ بجے شام احمدیہ مسجد کے قریب جبکہ حضرت میاں صاحب سائیکل پر اپنی کوٹھی واقع دارالفضل کی طرف اکیلے ہی جا رہے تھے ایک بدطینت شخص [illegible] نے حضرت میاں صاحب پر لاٹھی سے بھرپور وار کیا۔ لاٹھی کے سر پر لوہے کا خول تھا۔ حضرت میاں صاحب پر حملہ لاعلمی میں ہوا۔ کمینہ دشمن نے چھپ کر وار کیا تھا لیکن آسمان کے فرشتے مسیح کے لخت جگر کی حفاظت پر مامور تھے۔ آپ کا سائیکل آگے نکل گیا اور لاٹھی آپ کے کندھے پر لگی۔ اب جو حملہ آور نے دوسری مرتبہ وار کرنا چاہا تو میاں صاحب سائیکل سے اتر چکے تھے آپ نے سائیکل اٹھا کر آگے کر دیا۔ اب چوٹ کلائی پر لگی۔ حضرت میاں صاحب اب مقابلہ کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ کمینے دشمن نے جب یہ حال دیکھا تو بھاگ گیا۔ خاکسار راقم الحروف ان دنوں مدرسہ احمدیہ میں پڑھتا تھا۔ یہ خبر آگ کی طرح قادیان میں پھیل گئی۔ میں نے لوگوں کو اس وقت غصہ سے پاگل دیکھا ہے۔ رات احمدیوں نے قادیان کے گرد پہرا رکھا کہ مفسدین

بدبخت مل جائے تو اس کو بتادیں کہ حضرت میاں شریف احمد صاحب پر حملہ کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں۔ جماعت نے اس واقعہ پر سخت احتجاج کیا۔ شعراء نے اس واقعہ کو منظوم کیا۔ مجھے یہ شعر طالب علمی کے یاد ہیں جو حسن رہتاسی صاحب نے اس موقعہ پر کہے تھے۔

او لاٹھی والے مت اترا۔ ہاں ڈر جا اس کی لاٹھی سے
وہ لاٹھی ایسی لاٹھی ہے۔ جس لاٹھی میں آواز نہیں

۲۔ حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری نے لکھا تھا۔

اے دل تو لہو بن کے میری آنکھ سے بہہ جا
اے جان تو کس دن کے لئے ہے یہ بتا دے
حملہ ہو شریف احمد ذی شان پہ افسوس
پے وجہ عدو ہم کو غم ہوش ربا دے

احقر کی رائے میں معمر اللہ کا ایک یہ بھی مفہوم ہے کہ دشمن نے آپ کی حیات چھیننا چاہی۔ اس نے آپ کی عمر کا سلسلہ منقطع کرنا چاہا۔ لیکن خدا نے عرش پر مقدر کر رکھا تھا کہ آپ کی وفات طبعی ہوگی۔ دشمن آپ کی زندگی نہ چھین سکے گا۔ کیونکہ وہ معمر اللہ یعنی خدا کی طرف سے عمر دیا گیا تھا کوئی انسان ان کی زندگی کا سلسلہ کیونکر منقطع کر سکتا تھا۔

یہ الہام اس طرح بھی پورا ہوا کہ جب آپ پر ملٹری کی ملازمت کے دوران

پیٹ درد کا حملہ ہوا تو آپ کو ہسپتال پہنچایا گیا اور تمام عملے کو فوراً اکٹھا کیا گیا آپ کو جلد ہی اسہال شروع ہو گئے تو نیک محمد خان صاحب جو اس وقت حضرت میاں صاحب کے ساتھ تھے وہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ یہ بیماری کیا تھی تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اللہ نے فضل کر دیا۔ ایک کیڑا تھا جو پیٹ میں پیدا ہو گیا تھا۔ اگر مزید کچھ دیر اندر رہتا اور کلیجہ کی طرف چلا جاتا تو تمام پیٹ میں پیپ پیدا ہو جاتی۔ لیکن کیڑا کیسے آگے چلا جاتا اور آپ کی زندگی کے لئے خطرہ پیدا کرتا جبکہ آپ کو خدا نے ذوالعرش معمر اللہ کے لقب سے نواز چکا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کی بیماری جو عرصہ قریباً ۲۰ سال سے آپ کو تھی۔ اس میں آپ کی زندگی کا ہر دن معجزہ تھا۔ اور آپ کے معمر اللہ ہونے کا ثبوت۔ اور یہاں یہ ذکر بے موقعہ نہ ہوگا کہ اسلامی نظریہ یہی ہے کہ مومنوں کو بیماریاں اور تکلیفیں ان کے درجات بلند کرنے کیلئے آتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

"وہ بادشاہ آیا"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں آپکو بادشاہ بھی کہا گیا ہے۔ الہام میں بادشاہت سے مراد دنیا کی بادشاہت نہ تھی کیونکہ اس کے متعلق تو خود مسیح پاک فرماتے ہیں ؎

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

حدیث شریف میں آیا ہے الغنیٰ غنی النفس کہ تونگری تو دل کی تونگری ہے۔ دل اگر غنی نہیں تو ظاہری غنیٰ انسان کے کردار کو بلند کرنے کی بجائے پستی کی طرف لے جاتی ہے۔ حضرت میاں صاحب پر یہ حدیث اپنی پوری شان سے چسپاں ہوتی تھی۔ قمر الانبیاء حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے الفاظ میں وہ یقیناً دل کے درویش مگر مزاج کے بادشاہ تھے۔ خدا نے آپ کو دل کی ایسی سلطنت دی تھی کہ کسی بادشاہ کو بھی کیا نصیب ہوگی۔ دولت کو تقسیم کرنے نہیں نہیں لٹانے کے اس قدر واقعات ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ انما القاسم واللہ یعطی کے مصداق کے حقیقی پیرو تھے۔

حضرت مرزا عزیز احمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں پریس مینوفیکچرنگ میں کام کرتا تھا۔ میرا آڈیٹر فضل دین نامی تھا وہ ایک دن ایک رقعہ خزانچی کے پاس لایا اور خزانچی ضابطے کے مطابق میرے دستخط کروانے کے لئے رقعہ میرے پاس لایا اس میں حضرت میاں صاحب نے لکھا ہوا تھا کہ اس شخص کو یک صد روپیہ دے دیا جاوے۔ میں نے فضل دین کو کہا کہ کیا تم نے میاں صاحب سے کچھ مانگا تھا کہنے لگا جی نہیں۔ میں

بازار میں جا رہا تھا اور آپ موٹر میں تشریف لے جا رہے تھے۔ مجھے دیکھا تو فرمایا دفتر میں میرے ساتھ آؤ۔ بیٹھ گیا تو یہ لفافہ مجھے دیا اور فرمایا کل چھٹی ہے پرسوں دفتر لے جانا۔

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب فرماتے ہیں تقسیم ملک کے بعد ہم شروع شروع میں ماڈل ٹاؤن میں رہتے تھے۔ ماڈل ٹاؤن میں ایک پان فروش تھا جس کا چھوٹا سا کھوکھا بڑی سڑک کے کنارے ہوتا تھا۔ میں بھی کبھی اس سے پان لیتا تھا۔ ایک دن مجھے کہنے لگا وہ بزرگ جن کا کارخانہ ہے وہ آپ کے کیا لگتے ہیں میاں صاحب فرماتے ہیں شاید اس نے میرے نقوش سے اندازہ کیا ہو یا مجھے کبھی آپ کے ساتھ دیکھا ہو۔ میں نے کہا کیوں کیا بات ہے۔ کہنے لگا ایک دن وہ دوکان پر تشریف لائے پوچھا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ کساد بازاری ہے۔ تو جیب سے سو روپیہ کا نوٹ میرے ہاتھ میں تھما کر چل دیئے۔ میں نے کہا وہ روپے واپس کرنے ہیں لیکن میاں صاحب نے وہ روپے واپس لینے کے لئے دیئے کب تھے!

چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب وکیل القانون فرماتے ہیں مالی امور میں مجھے حضرت میاں صاحب کے بہت قریب ہو کر کام کرنے کا موقعہ ملا۔ میرا تاثر یہی ہے جو ہمیشہ میرے قلب و دماغ پر غالب رہا ہے کہ وہ حد درجہ کے

فراخ دل انسان تھے۔ ان کی دریا دلی کو دیکھ کر میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ بخدا وہ بادشاہ تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کئی مقدمات میں قانوناً مجھے حق دلاتا تھا لیکن آپ نے اخلاقی ضابطہ کو ترجیح دی اور اپنے حق کو چھوڑ دیا۔ بتلایئے کہ ایسے آدمی آج کی دنیا میں عنقا ہیں یا نہیں چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب فرماتے ہیں میں نے اس بارہ میں حضرت میاں صاحب کو بہت بلند پایا۔ وہ خدا کے بہت صابر و شاکر بندے تھے۔

چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ فرماتے ہیں ایک دوائی بہت نایاب تھی اور خود ان کے لئے بھی وہ کافی نہ تھی۔ ایک حاجتمند آیا اور اس نے سوال کیا۔ تو آپ نے قریباً نصف شیشی اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ وہ اس عظیم باپ کا فرزند تھا جس نے معاند اسلام مقامی سکھ کو تھوڑا سا مشک مانگنے پر تمام نافہ ہی دے دیا تھا۔ یہ ہیں نازش بنی نوع انسان جنہیں زمانہ صدیوں یاد رکھتا ہے۔

مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر فرماتے ہیں۔ شیخ محمود احمد صاحب عرفانی سے میری بے تکلفانہ دوستی تھی۔ ایک دن اپنے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔ ان کا گھر اور دفتر ایک جگہ تھا میں نے پوچھا کیا ماجرا ہے فرمانے لگے صبح سے تین دفعہ خادمہ آ چکی ہے کہ نہ آٹا ہے اور نہ کوئی پیسہ میں پیسوں والے فرشتہ کا استقبال کرنے کھڑا ہوں۔ اتنے میں حضرت

میاں شریف احمد صاحب (رضی اللہ عنہ) سائیکل پر تشریف لے آئے۔ انہوں نے ہماری گفتگو سنی تھی شیخ صاحب سے فرمانے لگے آپ اخبار بھیج دیتے اور پیسے لیتے ہی نہیں۔ شیخ صاحب نے عرض کی حضرت میاں صاحب میں آپ سے پیسے لیکر اخبار نہیں دے سکتا۔ حضرت میاں صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر بٹوا میرے ہاتھ میں تھما دیا اور فرمایا دیکھو اس میں کتنے پیسے ہیں۔ میں نے دیکھا تو ایک بڑا نوٹ اور چند آنے تھے فرمایا آنے ہمارے اور نوٹ شیخ صاحب کا۔ اور شیخ صاحب کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے قیمت کا خیال نہ کیجئے۔

مکرم مولانا ابو العطاء صاحب فرماتے ہیں کہ بعض نئے دوکانداروں کی محض امداد کی خاطر دوکان پر پہنچکر بظاہر ضرورت سے زیادہ سودا خرید فرماتے۔ تا ان کی امداد ہو جائے اور ان کی عزت نفس بھی قائم رہے۔ خود مدد کے علاوہ بعض اوقات کمزور رشتہ داروں کے لئے کھاتے پیتے رشتہ داروں کو بھی ان کی مدد کے لئے توجہ دلاتے۔ حضرت میاں صاحب کی وفات پر مکرم چوہدری عبد اللطیف صاحب پروپرائٹر پاڈ نیر الیکٹرک ورکس ملتان نے الفضل میں ایک مضمون میں اس کی تفصیل بیان کی تھی۔

مکرم نیک محمد خان صاحب فرماتے ہیں جب آپ ملٹری میں تھے تو ہماری کمپنی

کے ساتھ Attach تھے۔ برمی لوگ بڑے فضول خرچ تھے۔ اپنی تنخواہ خرچ کر لیتے تو پھر حضرت میاں صاحب کے پاس تانتا لگا رہتا۔ آپ مجھے حکم دیتے اسے بیس روپے دے دو۔ اس کو چالیس روپے دے دو۔ اور بعض دفعہ بعض آدمیوں کو آپ نے ۸۰ روپے تک بھی دلائے۔ نیک محمد خان صاحب بیان کرتے ہیں ایک دن میں نے عرض کیا حضرت میاں صاحب میرے پاس کوئی پیسہ نہیں مجھ سے یہ سنا تو ڈیڑھ دو دن میں مجھے غلام نبی صاحب کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ یہ جتنے روپے مانگیں میرے حساب میں انہیں دے دیا کرو۔ چنانچہ اس کے بعد جب آپ کسی شخص کو بھجواتے میرے پاس پیسے نہ بھی ہوتے تو میں کہتا فلاں وقت آکر لے جانا اور پھر میں اس کو وہاں سے لا کر دے دیتا۔ آپ نے ڈاک خانہ والوں کو کہہ دیا تھا کہ میرے تمام منی آرڈر بیمہ وغیرہ نیک محمد کو دے دیا کرو۔

نیک محمد خان صاحب فرماتے ہیں مردان خان صاحب جن سے آپ نے کام سیکھا تھا وہ کہتے تھے میں نے اتنا سخی آدمی اپنی عمر میں کوئی نہیں دیکھا ایک مرتبہ آپ نے افسروں کی دعوت کی (اور آپ ہر ماہ ایک بار ضرور ایسی دعوت طعام دیتے) تو بہت سا پلاؤ بچ گیا۔ میں نے دوسری کمپنی میں پٹھانوں کو چاولوں کی پلیٹیں بھجوا دیں۔ پٹھانوں نے اپنے دستور کے مطابق پلیٹیں مٹھائی کی بھر کر واپس بھجوائیں۔ حضرت میاں صاحب کو پتہ چلا تو

فرمایا۔ چاولوں سے زیادہ قیمت کی مٹھائی بھجوادی۔ ان بے چاروں کو کچھ روپے کسی بہانے دے آنا۔ چنانچہ میں انہیں کسی دوسرے وقت کچھ نقدی دے آیا۔

چوہدری سعید احمد صاحب عالمگیر فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب کئی بچوں کو سکول کی کتابیں خرید کر دیتے اور فرماتے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کو جذب کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر فرماتے ہیں کہ قادیان میں جب بارش ہوتی اور تیز ہوا چلتی تو چونکہ آبادی بہت کھلی کھلی تھی کئی مکانوں کے پردے گر جاتے۔ آپ ہر بارش اور آندھی کے بعد باہر نکلتے اور لوگوں کو تعمیر کے متعلق ہدایات دیتے اور بعض غرباء کی خفیہ امداد بھی فرمادیتے۔ ایک موقعہ پر شدید بارش سے ہمارے مددگار کارکن کا مکان گر گیا وہ دفتر آیا اور مجھ سے رخصت لیکر جلد گھر چلا گیا۔ حضرت میاں صاحب تشریف لائے اس کا پوچھا میں نے عرض کی اس کا مکان گر گیا ہے اور میں نے اسے رخصت دی ہے۔ اگلے دن آیا تو اسے ہدایات دیں۔ اب یوں بنانا۔ یہ میٹریل (Material) لگانا اسنے عرض کی میں تو دو سال تنخواہ جمع کروں تو پھر بھی اس طرح نہیں بنا سکتا۔ آپنے مجھے بلایا اور جتنا estimate تھا۔ اتنا روپیہ اسے دینے کا ارشاد فرمایا۔

چوہدری سید احمد صاحب عالمگیر افسر خزانہ فرماتے ہیں۔ کہ اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے حضرت میاں صاحب کے ساتھ اکثر روپے کا لین دین کرنا پڑتا تھا۔ میں نے دوسرے لوگوں سے ان کی غریب پروری اور جود وسخا کے واقعات اکثر سنے ہیں۔ مگر ان کے ساتھ کام کرنے کے بعد میں نے جو سنا تھا اس سے بڑھ کر حضرت میاں صاحب کو سخی پایا۔ ضرورت مند مساکین اور مقروض اکثر آپ کی خدمت میں امداد کے لئے حاضر ہوتے اور کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹتے چوہدری صاحب کہتے ہیں کہ کئی بار میں نے دیکھا کہ سائل کو اس کی توقعات سے بہت بڑھ کر دیا۔ اور ~~بعض اوقات~~ قرض لے کر بھی اس کی امداد فرمائی لوگ اپنی ضرورت کے لئے تو قرض لیتے ہی ہیں۔ لیکن لوگوں کے لئے قرض کوئی نہیں لیتا ہے۔

چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ، فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ مساکین کو علم ہو جاتا کہ حضرت میاں صاحب کے پاس آج پیسے ہیں تو وہ حاضر ہوتے ابھی آپ دروازے پر ہی ہوتے تو آپ ان کی مدد فرما دیتے اور اگر کبھی جیب میں نقدی نہ ہوتی تو قرض لیکر ان کی ضروریات کو پورا کرتے۔

مکرم نیک محمد خان صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن کارخانہ میں تشریف لائے تو مستری صاحب سے دریافت فرمایا کل کیوں نہیں آئے تھے اس نے عرض کی حضور بیوی بیمار تھی آپ نے فرمایا پھر؟

اس نے عرض کی ڈاکٹروں نے کہا ہے امرتسر لے جاؤں آپ نے
خزانچی کو بلایا اور فرمایا اسے یک صد روپیہ دے دو۔
نیک محمد خان صاحب فرماتے ہیں میں نے سفر میں بھی دیکھا کوئی
شخص آتا سوال کرتا آپ جیب میں ہاتھ ڈالتے جو ہاتھ میں آتا اسے
دے دیتے۔

راقم الحروف نے ایک والئ ریاست کو دیکھا جس کی ریاست
پاکستان کی ریاستوں میں بہت خوشحال ریاست ہے اور وہ والی
روشن دل و دماغ کا مالک ہے ہر روز سیر کے لئے موٹر میں
باہر نکلتا اور راہ گزر محتاجوں کو کسی کو پانچ کسی کو دس روپے تقسیم
کرتا اس سے زیادہ کسی کو دیتے میں نے نہیں دیکھا اور نہ سنا
اور یہ اس کا روزانہ کا معمول تھا۔ لیکن حضرت میاں صاحب کے
وسائل اس والئ ریاست کے وسائل سے بیلے بھی نہ تھے لیکن
تقسیم اس سے کئی گنا زیادہ۔ وہ وسائل کی کثرت اور دولت کے
انبار ہوتے ہوئے پانچ پانچ دس دس دیتا ہے مگر مسیحائے زماں
کا یہ درویش پیٹیا سپاہی ہوتے ہوئے سو سو روپے کے نوٹ تقسیم
کرتا ہے سچ فرمایا مسیح پاک کے خدا نے

"وہ بادشاہ آیا"

وہ جہاں گیا دل کا بادشاہ دولت تقسیم کرتا گیا۔ اسے کہتے ہیں الغنیٰ غنی النفس اس ضمن میں اتنے واقعات ہیں نے سنے ہیں کہ مختصر وقت ان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

ماتحت عملہ اور خدام سے سلوک

مکرم مولانا ابو العطاء صاحب فرماتے ہیں۔ مجھے حضرت میاں صاحب کے ساتھ بطور پرنسپل جامعہ احمدیہ اور بطور مبلغ کے کام کرنے کا موقعہ ملا ہے آپ کی سیرت کا ایک خاص پہلو یہ تھا کہ آپ اپنے رفقا کے بے انتہا خیر خواہ اور ہمدرد تھے۔

مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ نے جنہیں آخری ایام میں حضرت میاں صاحب کے ساتھ بطور نائب ناظر اصلاح و ارشاد کام کرنے کا موقعہ ملا احقر کے استفسار پر فرمایا "میں نے حضرت میاں صاحب سے زیادہ ہمدرد انسانوں کا اور کوئی انسان نہیں دیکھا"۔ آپ فرماتے ہیں حضرت میاں صاحب نے سب سے اول مجھے یہ دو نصیحتیں فرمائیں۔ پہلی نصیحت یہ تھی کہ مبلغین سے نرم سلوک کرنا اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ان کو ہم تھوڑی تنخواہ دیتے ہیں انہیں سہولت بہم پہنچانی چاہیئے اور دوسری نصیحت یہ فرمائی تھی کہ حضور خلیفۃ المسیح ہیں لیکن دفتروں میں جو باتیں ہوتی ہیں ان میں سے ہر ایک کا حضور کو

کو علم نہیں ہوتا لہذا حضور اگر کوئی ایسا ارشاد فرمائیں جو واقعات کے خلاف ہو تو اسے اسی طرح ماننے کی بجائے حضور کی خدمت میں صحیح واقعہ لکھ کر استغسار کر لیا جائے۔ تاکہ حضور کا کوئی ارشاد واقعہ کے خلاف نہ ہو لیکن پھر بھی اگر حضور وہی پہلا فیصلہ فرما دیں تو اس کی اطاعت کی جاوے مگر حضور کے علم میں صحیح واقعہ لانا ضروری ہے۔ تاکہ فیصلہ واقعہ کے خلاف نہ ہو۔

آپ کے ایک خادم نیاز محمد خان صاحب کا کچھ تذکرہ حضرت میاں صاحب کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں۔ ہم نے خان صاحب موصوف سے جب سوال کیا کہ خدام سے آپ کا کیا سلوک تھا تو خان صاحب ایکبار پھر رو پڑے اور فرمایا نہ کبھی ناراض نہ ہوتے تھے میں ناراض ہوتا تھا اور آپ منایا کرتے تھے۔ یہاں اس حدیث کو سامنے لائیے کہ حضرت انس خادم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں دس سال حضور کی خدمت میں رہا ماقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اُفٍّ قط۔ کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اُف تک نہیں کہا۔

خان صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دہلی میں آپ نواب لوہارو کی کوٹھی میں فردکش تھے۔ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب صاحبزادی منصورہ بیگم

مثال

حفظ راتب محمود ج ۲ صفحہ ۳۴۸
523

صاحبہ کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے۔ حضرت میاں صاحب جو اندر کوٹھی میں تشریف لے گئے تو باہر ہی نہ نکلے۔ میں نے اسے برا محسوس کیا۔ آپ باہر تشریف لائے تو غالباً بھائی جی نے آپ کو بتلایا۔ مجھے تانگے میں بٹھایا اور باہر لے گئے تو ایک گھنٹہ تک مدارات فرماتے رہے جب میں ہنسا تو مطمئن ہوئے

عملہ سے آپ کا سلوک بہت نرالا تھا چوہدری ظہور احمد صاحب فرماتے ہیں مجھے ہمیشہ عملہ سے حسن سلوک کی بہت تاکید فرماتے انہوں نے ایک مبلغ کا واقعہ سنایا جس کا خلاصہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کا وہ نوٹ ہے جو چوہدری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ عنہ کی وفات پر آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ قوانین کام میں سہولت کی خاطر بنائے جاتے ہیں نہ کہ کام میں مشکلات پیدا کرنے کے لئے۔ آپ ہر قیمت پر اپنے ماتحت عملہ سے احسان کا سلوک فرماتے۔ چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر فرماتے ہیں ایک موقعہ پر گورنمنٹ نے اساتذہ کی تنخواہیں بڑھائیں آپ اس وقت ناظر تعلیم تھے آپ نے حضور کی خدمت میں اساتذہ کی تنخواہیں بڑھانے کے لئے درخواست پیش کی جسے حضور نے سختی سے رد فرمایا۔ آپ واپس تشریف لائے اور مجھے فرمایا تم گوشوارہ تیار کرو ظہر کے بعد سب کمیٹی کا اجلاس ہے میں اس میں پھر پیش کرونگا میرا فرض ہے کہ میں اپنے ماتحتوں کے حقوق کی نگہداشت کروں اور تم قصر خلافت میں رہنا تاکہ اگر کچھ دریافت کیا جائے تو حساب تیار

ہو۔ چنانچہ ظہر کے اجلاس میں پھر آپ نے اپنی معروضات پیش فرمائیں ناظر صاحب بیت المال نے اگرچہ اضافہ کی مخالفت کی لیکن حضور نے اس کو منظور فرمالیا اور ناظر صاحب بیت المال سے کہا "خدا خود روپیہ بھجدیگا۔"

آپ کے عملہ کے ایک رکن سید مبارک احمد صاحب ابن حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب رض بیان کرتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب اس طرح بعض افراد کی مدد فرماتے تھے کہ کسی دوسرے کو اس کی اطلاع نہ ہو سکتی وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک بیوہ عورت کی اس طرح پر مدد فرماتے تھے کہ میرے علاوہ کسی دوسرے شخص کو اسکی اطلاع نہ ہوسکتی۔ آپ ۲۵ روپے ماہوار اس کی مدد فرماتے تھے۔ مجھے سعید احمد صاحب عالمگیر افسر خزانہ نے اپنے ذاتی پیش آمدہ واقعات میں سے بتلایا کہ حضرت میاں صاحب نہ صرف یہ کہ اپنے عملہ کا بلکہ انجمن کے اکثر کارکنان کا خیال فرماتے اور ان کی ذاتی حالت دریافت فرماتے اور ان میں دلچسپی لیتے۔ بہرحال آپ ایک ہمدرد دردمند اور غمگسار افسر تھے جو اپنے خدام اور عملہ اور ذاتی احباب کی ضروریات کا بے حد خیال رکھتے تھے۔

حکیم عبدالعزیز صاحب مرحوم بانی طبیہ عجائب گھر حضرت میاں صاحب کے استاد تھے حکیم صاحب کے لڑکے مولوی حکیم مبارک احمد صاحب امین آباد بیان

کرتے ہیں کہ والد صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت میاں صاحب رض اس خادم سے خاص شفقت سے پیش آتے تھے۔ اکثر روزانہ ایک دو بار طبیہ عجائب گھر میں تشریف لاتے اور بیش قیمت ہدایات سے سرفراز فرماتے۔ ذرہ نوازی کا ایک خاص واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۳۶ء میں ایک جمعہ کے روز جبکہ موسلادھار بارش ہو رہی تھی حضرت میاں صاحب رض اور حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب رض طبیہ عجائب گھر واقعہ محلہ دار الفضل قادیان تشریف لائے۔ حضرت میاں صاحب رض نے کمال شفقت و محبت آمیز لہجہ میں فرمایا یار مولوی! آج ہم آپ کی امامت میں جمعہ پڑھیں گے۔ یہ ارشاد سنکر مصلیٰ بچھانے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف الوصیت جیب میں ڈال لی۔ مصلیٰ بچھانے لگے تو حضرت میاں صاحب رض نے اصرار سے اس خادم کو خطبہ کے لئے ارشاد فرمایا۔ میں نے سورۃ فاتحہ اور مسنون کلمات کے بعد جیب سے رسالہ الوصیت نکال کر حضور علیہ السلام کے ارشادات "قرب پانے کا مقام" کے موضوع پر سنانے کے بعد مسنون خطبہ پڑھ کر نماز جمعہ پڑھائی۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں میں سمجھتا ہوں یہ واقعہ ان دونوں محترم بزرگوں کے انتہائی انکسار اور ذرہ نوازی کی منفرد مثال ہے کہ ایک ہیچمیرز و ہیچمدان خادم کو نہایت اصرار کے ساتھ یہ اعزاز بخشا۔ اعلی اللہ مقامہم ونور اللہ مرقدہم۔

مکرم مولانا ابو العطاء صاحب فرماتے ہیں کہ میاں صاحب کی یہ خوبی کہ ہر کس و ناکس سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور اس کے غم میں شریک ہوتے تھے بہت کم لوگوں میں اس رنگ میں پائی جاتی ہے جس رنگ میں حضرت میاں صاحب رضؓ میں پائی جاتی تھی۔ مکرم مولانا ابو العطاء صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۷ء ہم استاذنا المحترم حضرت حافظ روشن علی صاحب رضؓ سے مبلغین کلاس میں پڑھتے تھے اور حضرت میاں صاحب ناظر تعلیم و تربیت تھے۔ ایک بار مالی تنگی کے باعث صدر انجمن کئی ماہ تک کارکنوں کو بروقت تنخواہ نہ دے سکی حضرت حافظ صاحب کو یہ شدید احساس تھا کہ میرے طلباء کے وظائف بہت تھوڑے ہیں ان میں تاخیر نہیں ہونی چاہیئے۔ چنانچہ آپ حضرت میاں صاحب کے پاس گئے۔ حضرت میاں صاحب رضؓ بھی حضرت حافظ روشن علی صاحب رضؓ کے شاگرد تھے حافظ صاحب کی باتوں کو توجہ اور ہمدردی سے سنا۔ اور فوراً انتظام کرنے کے لئے کوشش شروع کر دی اور طلباء کی مشکل حل ہو گئی۔

چوہدری سعید احمد صاحب عالمگیر فرماتے ہیں ایک دن دفتر تشریف لائے اور فرمایا اتنی تھوڑی تنخواہ میں تمہارا گزارہ کس طرح ہوتا ہے میرے پاس ایک نٹنگ مشین ہے اس سے چھوٹا موٹا ہوزری کا کام ہو سکتا ہے وہ تم اپنے گھر لگ لو اس سے کچھ نہ کچھ آمد ہو جایا کرے گی۔ اس واقعہ

پر غور فرمائیے اور بتلائیے کہ کیا حضرت میاں صاحب کی شفقت ایک شفیق باپ کی طرح نہ تھی؟

صاحب کرامت و مستجاب الدّعوات

مکرم نیک محمد خان صاحب اور مکرم صباح الدین صاحب نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ آپ کسی کے ہاں رات مہمان تھے آپ کو پتہ چلا کہ گھر والے سخت پریشان ہیں دریافت کرنے پر گھر والوں نے بتلایا کہ ان کا بچہ گم ہو گیا ہے آپ کو اس کا بے حد قلق ہوا اور نصاحب فرماتے ہیں آپ ایک بجے شب تک سو نہ سکے اور دعا فرماتے رہے۔ آپ کو کشفاً دکھایا گیا کہ بچہ گھر آ گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے گھر والوں کو اطلاع کر دی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ آپ کا بچہ مل جائے گا۔ نیک محمد خان صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ سوئے ورنہ دعا ہی فرماتے رہے۔ ہوا یوں کہ ان کا بچہ موٹر کے پیچھے بیٹھ گیا اور شہر سے چھ میل باہر تک چلا گیا۔ (اسی طرح کا ایک اور واقعہ صباح الدین صاحب روایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ خود حضرت میاں صاحب کی زبانی انہوں نے سنا ہے۔)

جب آپ انگلستان تشریف لے گئے تو آپ کے ایک انگریز سکرٹری نے بتلایا کہ سفر خرچ فنڈ ختم ہو رہا ہے۔ اب تو سفر جاری رکھنا بھی مشکل

معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا فکر نہ کرو انشاء اللہ انتظام ہو جائے گا۔ سکرٹری اس سے بہت حیران ہوا کہ اس ملک میں آپ اجنبی ہیں پھر یہاں رقم کا کیسے انتظام ہو سکے گا حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خدا سے دعا کی کہ خدا تو ہی اس پردیس میں ہماری مدد فرما۔ فرماتے ہیں اگلے ہی روز ہم بازار سے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو روک لیا اور سینٹ سینٹ پکارنے لگا جس کے معنی ہیں ولی، خدا رسیدہ اور ایک بڑی رقم کا چیک آپ کی خدمت میں پیش کر کے آپ سے دعا کی درخواست کی۔ سکرٹری اس واقعہ سے بہت حیران ہوا اور کہنے لگا۔ واقعی آپ لوگوں کا خدا نرالا ہے۔

مکرم نیک محمد خان صاحب فرماتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے ہم نے زندہ خدا کو دیکھا ہے اور فرمایا کرتے تھے رونا خدا کی جناب میں ضائع نہیں ہوتا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

بنالم بر در ش زاں ساں کہ نالد

بوقت وضع حملے بار دارے

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں خدا کے در پر اس طرح روتا ہوں کہ جیسے وضع کے وقت حاملہ عورت۔

نیک محمد خان صاحب جنہیں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں ایک

مدت رہنے کا موقعہ ملا وہ حضرت میاں صاحب کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے وہ سپاہی باخدا انسان تھے۔

چوہدری سعید احمد صاحب عالمگیر فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب مجھے بھی اور میرے دفتر کے کارکنان کو ہمیشہ دعا کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دعا کے بغیر انسان کا تعلق اللہ تعالےٰ سے قائم رہنا مشکل ہے۔ سلسلہ کے کئی بزرگوں کو وہ خود بھی دعا کے لئے لکھتے اور درخواست کے ساتھ بطور نذرانہ یا تحفہ کے کچھ اشیاء یا نقدی بھی ضرور بھجواتے اور یہی مومن کا صحیح مقام ہے کہ وہ مستجاب الدعوات ہو لیکن پھر بھی وہ دعا کرواتا پھرے کہ مومن خیر کا بہت ہی محتاج ہے قرآن مجید کی اس دعا میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ربِّ انّی لما انزلت الیّ من خیرٍ فقیر۔

نڈر اور بہادر جرنیل

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب فرماتے ہیں آپ خوف کا تو نام بھی نہ جانتے تھے۔ آپ نے کسی کام کے متعلق یہ نہیں کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ سنہ ۱۹۵۳ء میں آپ رتن باغ میں مقیم تھے۔ لاہور جوالا مکھی کا آتش فشاں بنا ہوا تھا۔ جماعت کے خلاف تند و تیز جلوس نکالے جاتے تھے آپ کئی دفعہ کوٹھی سے باہر نکل جاتے ہم گھبراتے کہ آپ اکیلے کہاں چلے

گئے واپس تشریف لاتے تو فرماتے میں تو جلوس دیکھنے گیا تھا حالانکہ آپ کو تمام ماحول جانتا تھا آپ ان کے لئے کوئی اجنبی نہ تھے

مکرم عباح الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ تانگے پر سفر کر رہے تھے کچھ اور لوگ بھی آپ کے رفیق سفر تھے۔ تانگہ کچی سڑک پر جھاڑیوں کے درمیان جا رہا تھا اچانک گھوڑا رکا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سانپ پھن پھیلائے سڑک کے درمیان کھڑا ہے۔ تمام لوگ بچنے کی تدبیریں کرنے لگے آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال گذرا اللہ تعالےٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ پھر بھی یہ لوگ سانپ سے خائف ہیں آپ تانگہ سے نیچے اترے اور سیدھے سانپ کی طرف تیزی سے چلنے لگے۔ کچھ دیر سانپ اسی طرح کھڑا رہا۔ جب آپ اس کے قریب پہنچے تو سانپ دوڑ پڑا اور ایک جھاڑی میں چھپنا چاہتا تھا کہ آپ نے اسے مار دیا۔

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب فرماتے ہیں کہ جب ہم نے کوٹھی باہر بنوائی تو اس وقت بہت کم مکانات محلہ میں تھے۔ ایک رات جو چور چور کی صدا سنائی دی تو حضرت میاں صاحب اور خاکسار (یعنی مرزا منصور احمد صاحب) شور کی جانب روانہ ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں

اس وقت یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی چھوٹی بڑی صدا سن لے اور پھر گھر میں بیٹھا رہے۔ اس واقعہ سے لذت آپ پوری اس وقت حاصل کریں گے جب حدیث کے اس واقعہ پر نظر ڈالیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطرہ کے ایام میں ایک شور کا پتہ کرنے سب سے پہلے روانہ ہو گئے تھے اور لوگ جب گھروں سے نکلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی و نفس العالمین شور کا پتہ کر کے واپس تشریف لا رہے تھے اور لوگوں کو اطمینان دلا رہے تھے کہ کوئی فکر کی بات نہیں فلاں تجارتی قبیلہ یا فلاں قافلہ ہے۔

بندوق کے نشانہ میں آپ یکتائے روزگار تھے۔ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک تمغہ تھا جو تمام فوج سے نشانہ بازی میں اوّل آنے پر آپ کو ملا تھا۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں چھ سال کا تھا میں بندوق اٹھا بھی نہ سکتا تھا جب آپ نے کارتوس کا بارود ہلکا کر کے مجھ سے بندوق چلوائی تھی۔ شکار کا بہت شوق تھا اور یہ شوق آپ نے اپنے بچوں میں بھی پیدا کیا۔

آپ کی گھریلو زندگی اور کچھ متفرق امور

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب فرماتے ہیں

کہ بچوں کے ساتھ آپ کا سلوک بہت محبت اور شفقت کا ہوتا تھا
آپ بچوں میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا فرماتے۔ کسی چیز کے پیچھے
پڑ کر اس پر زیادہ زور نہ دیتے تھے۔ باوجود اس کے کہ آپ بچوں
کے ساتھ سیر و تفریح اور شکار کے لئے جاتے لیکن پھر بھی آپ کا
اتنا ادب تھا کہ ہم آپ سے حجاب میں باتیں کرتے تھے۔ اور اکثر
دفعہ براہ راست بات کرنے سے ہچکچاتے تھے اور والدہ صاحبہ کی وساطت
سے عرض کرتے۔ بچوں کو تیرنا بھی سکھاتے تھے۔ آپ کو شکار کے ساتھ
ساتھ تیرنے کا بھی بہت شوق تھا۔ قادیان میں Swimming
سوسائٹی آپ کی ہی توجہ اور محنت کا نتیجہ تھا۔ کئی مرتبہ پکنک میں حضرت
ام المومنین رض بھی آپ کے ہمراہ ہوتیں لیکن حضرت نانی اماں سے
آپ کا تعلق بہت تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا
بہت ادب فرماتے تھے حتیٰ کہ بعض مرتبہ بات بھی کرنے سے گریز فرماتے
تھے۔ گھر میں مسائل حاضرہ پر تبادلہ خیالات فرماتے اپنا اجتہاد بھی بیان
فرماتے۔ مگر اپنی رائے پر اصرار نہ فرماتے تھے۔ آپ کی ذاتی لائبریری
میں قرآن مجید تمام احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ
لغت کی کتب قاموس اور منجد بھی موجود تھیں۔ میاں صاحب فرماتے ہیں تمام بچوں
کی تاریخ پیدائش بھی لغت کے شروع میں سفید ورق پر ہی آپ تحریر فرماتے

نئے ٹیکنیکل کتب سے آپ کو بہت دلچسپی تھی۔ دس بارہ ہزار روپیہ کی ٹیکنیکل کتب کارخانہ میں منگوا کر رکھی ہوئی تھیں۔ شیعہ مذہب کا مطالعہ خاص طور پر فرماتے اور اکثر نواب احسان علی خان صاحب سے تبادلۂ خیالات فرماتے۔ لیکن آپ کا طریق ایسا ہوتا تھا کہ کوئی آدمی اس سے چڑتا نہ تھا۔

تقسیم ملک کے وقت جو کارخانہ آپ لگا رہے تھے اسکی مشینری انگلستان سے امپورٹ کی گئی تھی۔ اگر وہ کارخانہ چالو ہو جاتا تو مشرقی پنجاب کا لوہے کا سب سے بڑا کارخانہ وہ ہوتا۔ آپ بعض چیزوں کے موجد بھی تھے۔ مثلاً آپ نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا تھا جس سے شکار کے وقت فاصلہ ماپا جا سکتا تھا اور اس کے مطابق sight کو ایڈجسٹ کیا جا سکتا اور نشانہ زیادہ درست اور یقینی ہو سکتا تھا۔ اسی طرح آپ نے ایک چھوٹا سا پمپ بھی ایجاد کیا تھا جسے سائیکل کے ساتھ attach کر دیا جاتا اور اگر سائیکل پنکچر ہو جائے تو اتر کر ہوا بھرنے کی ضرورت نہ تھی اور خود بخود سائیکل میں ہوا بھر جاتی تھی۔ اسی طرح آپ نے کشتی کو سائیکل کی طرح چلانے کے لئے پیڈل سسٹم بھی ایجاد فرمایا تھا۔

محترم میاں صاحب فرماتے ہیں کہ گھر میں آپ کے لئے کوئی علیحدہ چیز

تیار نہ کی جاتی تھی۔ آپ بچوں کے ساتھ ہی بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ کھانے میں آپ نہایت سادہ تھے۔ چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر بیان کرتے ہیں کہ آپ نصیحت فرماتے تھے کہ ایک تو نماز وقت پر پڑھ لیا کرو۔ دوسرے کھانے کے وقت جو میسر ہو وہ کھا لیا کرو۔ اور بعض اوقات سفروں میں آپ ہوٹل وغیرہ ڈھونڈھنے کے بجائے تنور سے روٹی لے کر دال سالن لے کر جو میسر ہو اس سے پیٹ بھر لیتے تھے۔ ہاں سفر میں ٹرنک جس میں پھل وغیرہ بند ہوتے اور بسکٹ وغیرہ ساتھ رکھتے تھے۔

مستری محمد عبداللہ صاحب نلکا ساز بیان کرتے ہیں کہ ایک موقعہ پر چوہدری غلام حسین صاحب اوورسیر اور احقر کو حضرت میاں صاحب ساتھ لیکر جا بہ گئے۔ راستہ میں ایک جگہ آپ نے اپنا کھانا کھولا جس میں پراٹھے اور ابلے ہوئے آلو۔ چوہدری غلام حسین صاحب پہلے تو سمجھے انڈے ہیں لیکن جب دیکھا تو آلو تھے۔ کہنے لگے حضرت میاں صاحب یہ آلو ہیں۔ تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا تم سمجھے تھے کہ انڈے ہیں؟ بھائی سفر میں یہی مناسب ہوتا ہے۔ برتری صاحب فرماتے ہیں ایک سفر میں میری غلطی سے سالن بہت تھوڑا تھا تو میں نے دیکھا حضرت میاں صاحب نے بہت تھوڑا سالن لیکر چٹنی کی طرح روٹی ساتھ لگا لگا کر

کھانی

صباح الدین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو مچھلی بہت مرغوب تھی
میر مسعود احمد صاحب فرماتے ہیں کہ پرندوں میں سے سیڑھ جسے بعض لوگ
گول بھی کہتے ہیں آپ کو بہت پسند تھی۔

نیک محمد خان صاحب فرماتے ہیں کہ جنگ عظیم کے بعد انفلوائنزا پھیلا
تو آپ بھی بیمار ہو گئے اور بُوصاحبہ بھی۔ مجھے پتہ چلا میں گیا تو برآمدہ
کے ساتھ مجھے ڈیرہ لگانے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ بُو صاحبہ کی
دوائی کا جب وقت ہو تو مجھے آہستہ آہستہ اٹھا دیا کرو۔ میں اٹھ
کر ان کو دوائی پلا دیا کروں گا۔ بیمار دوائی سے کچھ بچتا ہی ہے۔ نقاحت
کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آپ نہایت شفقت ادب اور محبت
سے دوائی پلاتے۔ میں نے بُو صاحبہ سے آپ کے حسن سلوک کا
تذکرہ کیا تو فرمانے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔۔
خیرکم خیرکم لاھلہ۔ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل و
عیال کے لئے اچھا ہے۔ ایسے خیر لوگ کہاں سے ملیں گے۔

آپ کے پوتے مرزا ادریس احمد صاحب بتلاتے ہیں کہ بچوں
کی تعلیم خصوصاً قرآن مجید کی تعلیم میں آپ دلچسپی لیتے تھے۔ اور
بعض اوقات چار بچوں کو مختلف کتب دیگران کو پڑھاتے تھے۔

اور ہر ایک کی طرف پوری توجہ اور دھیان ہوتا اور آپ ان کی تصحیح بھی فرماتے۔ راقم الحروف کو یاد ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا تھا میں بیک وقت متعدد آدمیوں کو بٹھا کر مختلف مضمون شروع کروا سکتا ہوں اور ہر ایک کو علیحدہ لکھواتا جاؤں گا۔ میں بھولتا کہ آپ نے یہ فرمایا تھا یا نہیں کہ آپ نے ایسا کیا بھی یا نہیں۔ بہرحال ایسے ذہن اور توجہ کے آدمی ہزاروں میں سے ایک ہوتے ہیں۔

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب فرماتے ہیں کہ بچوں کی ورزش اور غذا کا بھی آپ اہتمام فرماتے تھے۔ گھر میں اکھاڑہ تھا جہاں ہم کشتی وغیرہ کرتے اور ورزش کرتے۔ غذا میں بچوں کے لئے دودھ اور مکھن بافراط میسر ہوتا۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ کالج کے زمانہ تک وہ چائے کے عادی نہ تھے۔ کاش آج کے نوجوان بھی اس مہذب افیون سے بچ سکیں تا ان کی صحتیں بھی میاں صاحب کے بچوں جیسی ہو سکیں۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحب جو آپ کے خسر بھی تھے۔ آپ کا بیحد احترام کرتے تھے۔ نیک محمد خان صاحب فرماتے ہیں جب آپ جاتے تو نہایت احترام سے اور عزت سے حضرت میاں صاحب سے ملتے۔

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب پر جذبات کم ہی غالب ہوتے ہیں۔ حضرت میاں صاحب کے حالات بیان فرما رہے تھے کہ آپ کا بچوں سے کیا سلوک تھا اور ہم کس طرح آپ کے غیر معمولی رعب کے باوجود آپ کی صحبت میں Enjoy کرتے تھے۔ فرمانے لگے وہ نہایت مشفق اور مہربان باپ تھے اور آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب فرماتے ہیں کہ آپ سلسلہ کے نظام اور خلافت کے بارہ میں بہت ہی باغیرت تھے اس بارہ میں کوئی معمولی بات بھی آپ برداشت نہ فرماتے تھے۔

چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر فرماتے ہیں۔ خدا کی رضا پر آپ پورے طور پر راضی ہوتے۔ جب آپ کی جواں سال بیٹی امۃ الودود نہایت مختصر علالت کے بعد فوت ہو گئیں تو تمام انتظام آپ نے فرمایا۔ تاروں کے لئے مضمون لکھا۔ تجہیز و تکفین کے متعلق ہدایات دیں اور برآمدہ میں بیٹھ کر تعزیت کرنے والوں سے ملتے۔ آپ ایسا کیوں نہ کرتے کہ آپ نے صابر و شاکر عظیم انسان کے گھر میں پرورش پائی تھی جنھوں نے اپنے پیارے بیٹے مبارک احمد کی وفات پر فرمایا تھا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اور پھر ایک دن ۲۶ دسمبر ۱۹۶۳ء کو مسیح پاک کا یہ بشر فرزند

اُمّ المومنین کا لختِ جگر، اسلام و احمدیت کا نڈر سپاہی۔ درویش منش لیکن دل کا بادشاہ فرزند۔ یتیموں اور غریبوں کا حامی۔ مسیح موعود کا شریف اصغر خلیفۃ المسیح الثانی کا چھوٹا بھائی ہزاروں آنکھوں کو اشکبار چھوڑ کر۔ دنیاوی رنجوں سے منہ موڑ کر اپنے پیارے اور عظیم آسمانی آقا کے حضور حاضر ہو گیا۔ یقیناً اسی دن آپ کی روح حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقی ہو گئی ہو گی۔ بے شک اولاد بھائی بہن اور ہزاروں کی جماعت آبدیدہ تھی لیکن ان کے چہرہ پر تبسم تھا۔ ملک کے کونہ کونہ سے آئے ہوئے مخلصین نے دھڑکتے دلوں لرزتے ہاتھوں نمناک آنکھوں سے آپ کو سپرد خاک کر دیا۔

مسیحائے پاک کے مطہر فرزند تجھ پر خدا کے ہزاروں سلام تو خدائے واحد کے برگزیدہ مامور کے سایہ رحمت میں پروان چڑھا تھا۔ تیرا جسم حضرت اُمّ المومنین رضی کے مقدس دودھ سے تیار ہوا تھا جا! اور اپنے مقدس آقا کے ساتھ فردوس بریں میں بسیرا کر۔

اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار

لو آج ایک اور سہارا چلا گیا

— مکرم عبدالمنان صاحب ناہید —

حدِ نظر سے دُور اک تارا چلا گیا
لو آج ایک اور سہارا چلا گیا

لختِ جگرِ مہدیٔ آخر زماں گیا
نورِ نظر سیّدہ نصرت جہاں گیا

ربوہ ہجومِ خلق سے تھا شاد و شادماں
یہ بھی کوئی گھڑی تھی تری مرگِ ناگہاں

محفل اُداس اُداس فسردہ ہے انجمن
اب پھر ہم نہ ہونگے مسیحا کے ہم تن"

اس حادثے نے چھیڑ دیا سازِ درد کو
اے نسلِ سیدہؓ ترے پیاروں کی خیر ہو

اک مملکت کی جس سے معنون تھی ابتدا
"وہ بادشاہ آیا" اور آکر چلا گیا

یاد آ رہی ہے اس کی غریبانہ زندگی
اس دل کے بادشاہ کی فقیرانہ زندگی

اہلِ چمن ہوں تاکہ بہاراں سے آشنا
اس کے قدم ہوئے درِ زنداں سے آشنا

"اصغر شریف" باپ کی خُو بُو پہ ہو بہو
تعبیرِ یَتَزَوَّجُ وَ یُولَدُ لَہٗ

وہ جسم جس سے موت نے چھینی ہے زندگی
پیکر سپاہیانہ شجاعت کا تھا کبھی

غمہائے ہجر کے دلِ پُرشکوہ میں
ربوہ میں آ کے سو گیا دامانِ کوہ میں

اے ربوہ قادیاں ہے ترے کس قدر قریب
جس کی امانتوں کی امیں ہے تری زمیں

وُسعت جناں کی اس کی لحد پر نثار ہو
وہ یوں غریقِ رحمتِ پروردگار ہو

ایک نُورانی شمع

— از حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب ربوہ —

حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ ہم سے اچانک جدا ہو گئے اور ایسے طریق سے جدا ہو گئے کہ نوحہ گروں کو نوحہ گری کا بھی موقعہ نہ دیا۔ یقیناً آپ ہمارے دل و جان کا ٹکڑا تھے جس کی جدائی میں اگر رویا جائے تو دنیا جہان کے نوحہ گر شرمندہ ہو جائیں۔ لیکن اس کے وجود باجود نے ایسا ہی چاہا تھا کہ ظاہری نوحہ گری اور اعزہ داری کو قریب نہ آنے دیا جائے۔ ہم اپنے محسن رب کے حضور بجز انا للہ وانا الیہ راجعون کچھ نہیں کہتے اور وہی کہتے ہیں جو حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا تھا۔

"خداوند نے دیا خداوند نے لے لیا"

یہ ناقابل تردید صداقت ہے کہ جب کوئی چیز اپنی مقررہ جگہ سے ٹل جاتی ہے تو خلا چھوڑ جاتی ہے اور جس قدر عظیم چیز ہو گی۔ اسی قدر عظیم خلا چھوڑے گی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ خلا کے ارد گرد کی زمین اس خلا کو پُر کرنے کے لئے مستعد ہو جاتی ہے بلکہ بعض اوقات اس قدر تیزی

سید رشید احمد

سے مستعد ہو جاتی ہے کہ زلزلہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

ہم عاجز دل اور غریبوں کا آج یہی حال ہے۔ بے شک ہمارے پیارے اور محسن آقا نے ہمارے پیارے شریف اصغر کو ہم سے لے لیا ہے۔ لیکن ہماری بے بسی اور غربت بھی قابلِ رحم اور قابلِ معافی ہے کہ ہمارے دل اس خلا کے باعث ڈوبے جاتے ہیں مگر ہم نوحہ گر نہیں ہیں۔ لیکن ہم اس سے بچ نہیں سکتے کہ ہمارے دل ڈوبیں اور ہماری آنکھیں ڈبڈبائیں۔ ہم سے ایسا ہونا ہماری بشری کمزوری کے باعث ہے جس کی غفر ہم اپنے سچے مولا سے ہی چاہتے ہیں اور اسی کو ملجا و ماوے گردانتے ہیں

ہم ناچیز کیا ہیں ہم بجز کرم ہائے خاکی کے کچھ نہیں۔ ہم وہ ہیں کہ جس وقت سے ہم نے وجود حاصل کیا مورد غضب اعداء چلے آ رہے ہیں۔ ہمارا پیارا روحانی باپ اور اس زمانہ میں ہمارا راہ نما یعنی مسیح پاک علیہ السلام ہمیشہ مورد غضب اعدا رہا۔ اس نے جب سے عشق خالق و مالک حقیقی اور عشق محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دم بھرا اس وقت سے کافر و ملحد نام رکھوایا۔

۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو یتیم ہوئے تھے اور ہم عاجزی اور مسکینی میں پڑ کر از خود رفتہ ہو گئے تھے قریب تھا کہ ہماری زندگیوں کا خاتمہ ہو جاتا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ جس وقت وہ چودھویں کا چاند ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو غروب ہوا۔

Sayed Rashid Ahmad

تو عاشقان روئے مبارک کا یہی حال تھا جو لکھا گیا کیونکہ عاجز بھی اس وقت لاہور میں موجود تھا۔ واللہ وہ دن دن نہ تھا بلکہ اندھیری رات تھی۔ وہ غم و اندوہ ایسا نہ تھا جس کی شہادت آنسوؤں سے دی جا سکتی تھی وہ غم وہ تھا جو دلوں کو کھائے جاتا تھا۔ اور آنکھوں کو پتھر بنائے جاتا تھا۔ اس وقت زبان سے بولنا یا نوحہ کرنا تو کیا آنکھوں سے اشارہ کرنا بھی بڑی بات تھی۔

ہم عاجزی غریبی اور بے کسی کیا بیان کریں مخالفین عین سوقت خوشیاں منا رہے تھے جس وقت ہمارے پیارے آقا کا جسد اطہر ہمارے سامنے پڑا تھا باہر مخالفین ہمارے خلاف مظاہرے کر رہے تھے۔ یہ منظر ہی ایک بڑا ثبوت تھا ہماری بے کسی کا مگر چونکہ خدائے رحمٰن نے ہم عاجزوں کو ڈھارس قدرت ثانیہ کے ملنے کی دے رکھی تھی۔ پس ہم جب از خود رفتگی سے باہر آئے تو ہمیں ایک مربی نظر آیا جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا لباس پہنا دیا تھا۔ وہ ہمارے لئے بڑی حد تک ڈھارس بنا اور چھ سال تک ہم یتیموں کا سہارا بنا رہا اور ایک حسین تبسم سے پردہ اٹھا کر چلا گیا۔ یہ تبسم کیا تھی یہ وہی چاند تھا جو کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو چھپ گیا تھا۔ خدا کی قسم اس چاند نے ہمیں اپنا گرویدہ بنا لیا۔ گرویدہ نہیں بلکہ اپنا دیوانہ بنا لیا ؎

اپنا حال تو ہوا جو کچھ ہوا اس شمعِ نورانی کے ساتھ چار شمعیں اور بھی تھیں ان شمعوں کے کمالات اس طریق پر تو ظاہر نہیں ہوئے جس طریق پر شمع محمود سے ظاہر ہوتے تھے لیکن ان کے نورِ قلب کا کمال یہ ہے کہ اپنی ضیاء کو ضیائے محمود میں شامل کر دیا اور نقیر در محمود بن گئے۔

میں اس جگہ بروز کہتا ہوں کہ اس کی مثال روئے زمین پر نہ ملے گی یہ ان ہستیوں کی شرافت اور نجابت ہے کہ آپ دم بخود ہو گئے اور تفرقہ کو راہ نہ دی۔ اے اللہ تو ان ہستیوں پر وہی انعام نازل فرما جو تیرے ان کے والد علیہ السلام پر نازل فرماتے ہیں۔

ان چار شمعوں میں سے ایک شمع آج ہمارے سامنے سے ہٹ گئی ہے۔ لیکن یہ یونہی زمین کے اندر مدفون نہیں ہو گئی بلکہ ۳۰۔۴۰ ہزار مومنین کے کندھوں پر سوار ہو کر اپنی قرار گاہ میں تشریف لے گئی۔ یہ کندھے معمولی کندھے نہ تھے — یہ تو دل و جان کے کندھے تھے۔ آج ہمارا شریف اصغر شریف اکبر نظر آ رہا ہے۔ یہ وہ ہستی تھی جو ہر کہ و مہ کے پیار کھینچنے والی ہستی تھی۔ غرور و تکبر بڑائی اور کبریائی کا شائبہ بھی اس کے اندر نہ تھا۔ ماں باپ کا وہ سب سے زیادہ لاڈلا تھا۔ واللہ جب کبھی بھی میرے گھر تشریف لاتے کچھ ایسا معلوم ہونے لگتا کہ گویا جو کچھ گھر میں ہے

سبب ان کا ہے۔ اس بزرگ ہستی نے اپنے انفاس مقدسہ سے دنیا کو نفع پہنچایا اور آج احمدی دنیا دست بدعا ہے بلکہ دل کے ذرے ذرے کو سے لئے دعا کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پیار کرے اور اپنے والد علیہ السلام کا قرب نصیب کرے جہاں ان کی پیاری والدہ رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ پیار کے لئے موجود ہونگی ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

"ہمیں خدا تعالیٰ نے .... بشارت دی تھی کہ تجھے ایک لڑکا دیا جائیگا جیسا کہ ہم اسی رسالہ انوار الاسلام میں اس بشارت کو شائع کر چکے ہیں سو الحمد للہ والمنۃ کہ اس الہام کے مطابق ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شریف احمد رکھا گیا۔"

(ضیاء الحق ص ۷۵)

اوصاف حمیدہ کا دلکش مجسمہ

از مکرم شیخ روشن دین صاحب تنویر ایڈیٹر الفضل

ابھی حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات کا داغ دلوں پر تازہ ہی تھا کہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات کا حادثہ فاجعہ دلوں کو زخمی کر گیا حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم و مغفور کے جماعتی مقام اور ذاتی اوصاف کی وجہ سے یہ صدمہ ایسا نہیں جو جیتے جی فراموش ہو سکے۔ یا اس کی تلافی کی جا سکے:

جہاں تک آپ کے ذاتی اوصاف کا تعلق ہے آپ کی ذات والا صفات میں بعض ایسی خوبیاں تھیں جو اس قحط الرجال کے زمانہ میں ہی نہیں بلکہ ہر زمانہ کے لئے یکتائی کی شان رکھتی ہیں۔ آپ سا کریم النفس اور رحیم انسان کم ہی دیکھنے میں آیا ہے۔ راقم الحروف نے آپ کے چہرۂ مبارک پر کبھی غصے اور رنج کے آثار نہیں دیکھے جب بھی آپ کی زیارت کا موقعہ نصیب ہوا ایک خفیف سی مسکراہٹ

چہرے پر کھیلتی نظر آتی جب آپ بات کرتے خواہ موضوع کلام کتنا بھی تلخ کیوں نہ ہوتا مسکراہٹ کی رنگت اور بھی روشن ہو جاتی۔ دوسرں کی خطاؤں سے چشم پوشی کا یہ عالم تھا کہ ایسا معلوم ہوتا کہ خطا دوسرے کی نہیں بلکہ اپنی ہے جس کی غمازی وہ مقدس خجلت کر رہی ہوتی جو آپ کے مکھڑے پر نمایاں ہو جاتی۔

راقم الحروف نے ایسا سہل الملاقات بزرگ کوئی نہیں دیکھا آپ کہیں بھی ہوتے اور خواہ کتنے بھی مصروف کیوں نہ ہوتے بغیر اجازت چلے آنے والا بھی آپ کی فوری توجہ کا مرکز بن جاتا اور اپنی کہہ کر جواب لے کر چلا جاتا۔ غرور اور تکلف تو آپ میں نام کو نہیں تھا۔ ملاقاتی سے خواہ جان پہچان نہ بھی ہوتی۔ نہایت کشادہ پیشانی سے باتیں کرنے لگتے۔ آپ دفتر میں ہوتے یا کہیں جا رہے ہوتے۔ ہر وقت آپ سے ملاقات کی جا سکتی تھی۔ آپ کے انداز میں کچھ ایسی کشش قدرتاً موجود تھی کہ ملنے والے بھی کسی قسم کا حجاب محسوس نہ کرتے۔

آپ کا انداز گفتگو بھی نہایت سادہ دلکش اور پیارا تھا۔ کبھی آپ کی زبان سے چبھتا ہوا فقرہ تو کیا لفظ بھی نہیں نکلتا تھا۔ اس کے باوجود آپ پرلے درجہ کے اصول پسند انسان تھے۔ جو بات آپ کے خیال میں مبنی برحق ہوتی اس کو نہیں چھوڑتے تھے۔ تاہم آپ حق

بات کو قبول کرنے میں بھی تامل نہیں کرتے تھے۔ دینی اور دنیوی معاملات میں آپ کی نگاہ بہت گہری اور معنی رس ہوتی تھی۔ سچی بات کہنے سے آپ کبھی نہیں ہچکچاتے تھے۔ آپ صائب الرائے تھے۔ اور بات کی تہہ میں فوراً پہنچ جاتے تھے۔ ذہانت اور زود فہمی آپ کے خاص اوصاف تھے۔ اس کے باوجود اپنے ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی حاجات کو پورا کرنے کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آپ اس وقت تک کوئی رائے قائم نہیں کرتے تھے جب تک پوری طرح مسئلہ کے ہر پہلو کو سمجھ نہ لیتے۔ کوئی مسئلہ ہو آپ اس کے متعلق حرف حرف معلوم کرتے۔ اگر کوئی حوالہ ہوتا تو اس کو پڑھوا کر پورے کا پورا سنتے۔ کوئی کتاب یا ٹریکٹ ہوتا تو اول سے آخر تک پڑھواتے۔ اکثر دیکھا جاتا کہ آپ بازار میں ہیں اور کوئی دوست آپ کو کتاب پڑھ کر سنا رہا ہے۔

آپ کی سادہ طرز زندگی کا یہ عالم تھا کہ اپنا سودا سلف خریدنے میں بھی کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ معمولی ضروریات کی اشیاء بھی آپ خود خریدتے کئی دوست اس پر تعجب کرتے مگر آپ کبھی پرواہ نہیں کرتے تھے الغرض آپ سادگی پسندی کا ایک چلتا پھرتا مجسمہ تھے۔ ہر ایک سے قریب کسی سے دور نہیں تھے عجیب حلیم الطبع اور غریب النفس

بزرگ تھے۔ آپ کی وفات میں جماعت نے ایک اعلیٰ کردار انسان اور قومی خادم کو ہی نہیں کھویا بلکہ ایک عزیز اور بے تکلف محب بے ایک غمگسار ایک ہمدرد دوست سے مرحوم ہو گئے ہیں۔ تاہم دل نہیں مانتا ایسے انسان کو موت چھین کر لے جا سکتی ہے۔ یقین نہیں آتا۔ کہ ایسا زندہ دل انسان واقعی مر سکتا ہے۔ وہ نحیف اور دلکش مجسمہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ کی ہزار ہزار رحمتیں اس پر قیامت تک نازل ہوتی رہیں۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

"جب یہ پیدا ہوا تھا تو اس وقت عالمِ

کشف میں آسمان پر ایک ستارہ دیکھا

جس پر لکھا تھا۔ مُعَمَّرُ اللّٰہ"

(یعنی خدا کی طرف سے عمر پانے والا)

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۱ مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء تذکرہ صفحہ ۸۰۰)

هل جزاء الاحسان الا الاحسان

از مکرم احتجاج علی صاحب زبیری جہلم

۱۹۲۸ء کے اختتام پر میری پوسٹنگ انبالہ کینٹ میں منیجر باٹا شو شاپ ہوئی اس وقت میری عمر مشکل سے ۱۳ / ۱۴ سال کی ہو گی۔ باٹا کی دوکان جس کا میں منیجر تھا بڑے پیمانہ کی تھی۔ انبالہ میں مجھے محترم خلیفہ صلاح الدین صاحب ملے جو میرے پہلے سے واقف تھے خلیفہ صلاح الدین صاحب مجھے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب (خدا تعالےٰ ان پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں فرمائے اور انہیں جنت میں بہترین جگہ اور انعامات عطا فرمائے) کے پاس لے گئے۔ حضرت میاں صاحب یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ چھوٹی سی عمر میں میں نے اچھا خاصہ کام سنبھالا ہوا ہے۔

حضرت میاں صاحب مرحوم و مغفور اس وقت احمدیہ ٹیریٹوریل رجمنٹ میں کیپٹن تھے۔ اور محض اس جذبہ کے تحت کہ احمدی ترقی کریں اور انہیں تجارت کا شوق ہو آپ میری دوکان پر شام کے وقت ہر دوسرے

تیسرے روز آجایا کرتے تھے اور مجھے محنت کے ساتھ کام کرتے دیکھ کر دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ ایک روز میں ہفتہ وار سٹیٹمنٹ بنا رہا تھا کہ حضرت میاں صاحب نے پوچھا کہ یہ کیسے بنتا ہے۔ میں نے بتایا جس قدر زیادہ جوتے فروخت ہوں اسی قدر کمپنی خوش ہوتی ہے۔ اگر ایک جوتا سو روپے کا فروخت ہو تو کمپنی خوش نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ایک ایک روپے کے ۲۰ جوتے فروخت ہوں تو ہمارا ریکارڈ اچھا ہوتا ہے۔ حضرت میاں صاحب مرحوم خاموشی سے سنتے رہے اور چلتے وقت فرمایا کہ کل صبح تم میرے کیمپ میں آنا۔ دوسرے روز صبح میں حضرت میاں صاحب کے کیمپ میں پہنچ گیا۔ وہاں خلیفہ صلاح الدین صاحب اور صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب جو اس وقت میاں صاحب کے پاس ہی رہتے تھے موجود تھے۔ حضرت میاں صاحب مرحوم نے تمام سپاہیوں کو فالن کرا دیا اور مجھے حکم دیا کہ سب کے پیروں کا ناپ لے لو۔ مجھے دو سو جوتوں کا اسی وقت آرڈر دے دیا۔ وہ سپاہی فرداً فرداً میری دوکان پر آیا کرتے اور میری سیل چند ماہ میں اتنی بڑھ گئی کہ کمپنی نے مجھے مبارکباد کا تار دیا اور میرا فوٹو باٹا گزٹ میں شائع ہوا۔

اس زمانہ میں چیکوسلواکیہ کے جوتے بہت خوبصورت آیا کرتے

تھے۔ ایک دفعہ کمپنی نے آرڈر دیا کہ شملہ کی دوکان کا سٹاک جو وہاں فروخت نہیں ہو رہا تھا انبالہ کی دوکان میں منتقل کر دیا جائے کیونکہ وہاں کا مینیجر بہت ہوشیار ہے۔ چنانچہ وہ سارا سٹاک میرے پاس آ گیا۔ حضرت میاں صاحب مرحوم و مغفور شام کو میری دوکان پر تشریف لائے۔ میں خوبصورت بوٹ شوکیس میں لگوا رہا تھا کہ میاں صاحب نے فرمایا یہ نیا سٹاک آیا ہے۔ میں نے مایوسی کے لہجہ میں کہا کہ کمپنی نے یہ سٹاک شملہ کی دوکان سے انبالہ اس لئے فروخت کر دیا کہ میں اس کو جلد فروخت کر سکتا ہوں اور اگر یہ فروخت نہ ہوا تو میری نوکری ہو جائیگی۔ حضرت میاں صاحب بہت ہنسے۔ اور ان جوتوں میں سے تقریباً ایک درجن لیڈی جوتے پسند کر کے فرمایا۔ کہ یہ ریلوے سٹیشن پر آج رات کی ٹرین پر پہنچا دیں۔ میں قادیان جا رہا ہوں وہاں لے جاؤں گا۔ چنانچہ میں ان کے پسند کردہ جوتے رات کو ٹرین پر لے گیا۔ حضرت میاں صاحب نے مجھے پانچ ڈنٹ سو سو روپے کے دیکر فرمایا حساب واپس آکر لوں گا۔ میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ جوتے کم و بیش ۳۰۰ روپے کے تھے۔

میں نے عرض کیا میاں صاحب یہ تو بہت زیادہ رقم ہے۔ آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا آخر تمہارا سٹاک میں نے ہی اب ختم کرنا ہے۔ میں آپکو

گاڑی پر سوار کر کے واپس آ گیا۔ اس کے بعد ملٹری کے افسران کا میری
دوکان پر روزانہ تانتا بندھا رہتا اور جو آتا وہ کہتا کہ کیپٹن شریف احمد
صاحب انہوں نے ہم کو کہا ہے کہ اچھے جوتے آئے ہیں۔ اس طرح دو ہفتہ
کے اندر اندر ۲۱ ہزار کا سٹاک ختم ہو گیا۔ جب حضرت میاں صاحب واپس
تشریف لائے تو میں نے کہا وہ شملہ کا سٹاک تو سارا ختم ہو گیا مگر ایک اور
مرحلہ درپیش ہے۔ آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا وہ کیا میں نے کہا کہ یہ کینوس کے
پمپ شو آ گئے ہیں اور سائز سارا چھوٹا ہے۔ اس لئے کوئی لیتا نہیں تقریباً
دو ہزار جوتے اگر سٹاک میں رہے تو میرا پرسٹیج خراب ہو جائے گا۔ ہم
یہی باتیں کر رہے تھے کہ ایک انگریز لڑکی آئی ٹینس شو مانگا۔ چونکہ سٹاک
میں نہ تھا میں نے معذرت کرتے ہوئے انکار کر دیا۔ جب لڑکی جانے لگی
تو میاں صاحب نے اس کو فرمایا کہ کل اسی وقت آ کر لے جانا۔ مجھے اس
وقت ہنسی آ گئی۔ میاں صاحب نے فرمایا کیا تم اس لئے ہنس رہے ہو کہ
کل جب وہ آئے گی تو جوتا نہ ہو گا میں نے کہا جی ہاں۔ میاں صاحب نے
میرے موچی کو بلا کر اس کو کہا کہ وہ جوتے جو چھوٹے سائز کے ہیں۔
میرے پاس لے آئے۔ موچی کینوس کے مردانہ پمپ شو لے آیا۔ میاں
صاحب نے اس کو ہدایت فرمائی کہ اس پر نیلی گوٹ لگا دو اور ایک سفید
فیتہ اور بٹن لگا دو۔ موچی نے فوراً اسی طرح کر دیا۔ اور وہ مردانہ جوتا

بہترین اور خوبصورت زنانہ ٹینس شو بن گیا اور اس مردانہ جوتے کی قیمت
اس وقت ۱۲ آنے ہوا کرتی تھی اور زنانہ ٹینس شو کی قیمت ایک روپیہ
دو آنے ہوا کرتی تھی۔ میاں صاحب مرحوم و مغفور نے فرمایا یہ جوتا
کل اس انگریز لڑکی کو دینا اور ایک روپیہ دو آنے قیمت لے لینا۔ دوسرے
دن وہ انگریز لڑکی آگئی اور میں نے اس کو وہ جوتا جو حضرت میاں صاحب
نے موچی سے اپنی موجودگی میں ہدایت دے کر نئے طریق پر بنوایا تھا
دے دیا۔ وہ لڑکی بہت خوش ہوئی اور پھر لڑکیوں کا تانتا میری
دوکان پر بندھ گیا۔ اور حضرت میاں صاحب کی بتائی ہوئی ترکیب
کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے دوکاندار بھی مجھ سے ہول سیل ریٹ پر وہ
جوتے لے گئے۔ حضرت میاں صاحب نے ایک روز مجھ سے پوچھا
کہ وہ جو ۱۲ آنے اور ایک روپیہ دو آنے کا فرق تھا یعنی چھ آنے
فی جوڑا وہ تم نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے وہ رقم علیحدہ
رکھی ہے۔ مگر ابھی تک کمپنی کو نہیں بتایا اور بارہ آنے کے حساب
سے رقم کمپنی کو روانہ کر دی ہے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا
یہ دیانتداری کے خلاف ہے۔ تم تمام رقم کمپنی کو فوراً روانہ کر دو
اور یہ لکھ دو کہ اس طرح وہ پرانا سٹاک زیادہ قیمت پر فروخت کر دیا
گیا ہے۔ میں نے اسی طرح کیا۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر باٹا نگر کلکتہ

سے ایک بڑا افسر آ گیا اور اس نے پوچھا کہ تم چیکوسلواکیہ ٹریننگ پر جانا چاہتے ہو؟ کمپنی تمہارے کام اور خصوصاً تمہاری دیانت داری سے بہت خوش ہے اور اس دفعہ تمام منیجروں میں اول نمبر تمہارا آیا ہے اور کمپنی نے ایک ہزار روپیہ تم کو انعام دیا ہے۔ جو تمہاری امانت میں جمع کر دیا گیا ہے۔

مَیں حضرت میاں صاحب کے پاس گیا اور تمام قصہ ان کو بتایا آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ کسی احمدی کو جب میں تجارت کرتے دیکھتا ہوں تو مَیں چاہتا ہوں کہ وہ دیانتداری سے کام کرے ترقی خود بخود ہوگی کیونکہ اسلام نے تجارت کو زیادہ بہتر قرار دیا ہے۔

حضرت میاں صاحب مرحوم و مغفور میری دوکان پر اکثر تشریف لایا کرتے اور مجھے بڑی قیمتی نصیحتیں فرمایا کرتے جس کے نتیجہ میں باٹا کمپنی میں میری اچھی شہرت ہوگئی۔ حضرت میاں صاحب کو تجارت بہت پسند تھی۔ خداتعالےٰ نے آپ کو شاہی دل و دماغ عطا فرمایا تھا۔ آپ رحیم اور حلیم بزرگ تھے۔ محض اس لئے کہ مَیں نوعمر احمدی تھا گھر سے دور پردیس میں رہتا تھا حضرت میاں صاحب مجھ پر اس قدر شفقت اور مہربانی فرماتے تھے۔

۲۶ر دسمبر کی صبح کو جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ

نے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی وفات کی خبر دی تو میرے
روئیں روئیں سے یہ آواز نکلی کہ اے مالک حقیقی تو حضرت میاں صاحب
پر اپنی رحمتوں کی بارش برسا اور حضرت میاں صاحب کی اولاد پر بے شمار
رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔ ان مرحوم کی اولاد در اولاد کو اس جہاں
میں مسیح پاک کی یادگار بنا۔ میں غم سے نڈھال ہو کر رہ گیا۔ اور آخری
دفعہ حضرت میاں صاحب کا چہرہ مبارک مقبرہ بہشتی کے میدان میں دیکھا۔
جس پر خدا تعالےٰ کا ایک نور برس رہا تھا۔ وہ نور جو اس سے قبل میں نے
اور کسی چہرے پر نہ دیکھا۔ چند سیکنڈ جبکہ میں نے آخری بار چہرہ دیکھا
تو ۱۹۳۸ء کے وہ تمام واقعات اور حضرت میاں صاحب مرحوم و
مغفور کے احسانات اور ان کی محبت و شفقت یاد آنے لگی میں
نے بمشکل اپنے آپ پر قابو پایا۔ مگر پھر بھی آنکھوں سے آنسو
نہ رک سکے۔ اللہ تعالےٰ کا مجھ پر کس قدر احسان ہوا کہ اس نے
مجھے موقعہ عطا فرمایا کہ میں اس سال جلسہ پر جبکہ کوئی ارادہ نہ تھا
چلا گیا اور حضرت میاں صاحب کا چہرہ مبارک بھی دیکھا اور نماز
جنازہ میں بھی شریک ہوا۔ یہ جلسہ غم و الم میں گزرا جب تک ربوہ قیام
رہا حضرت میاں صاحب کے احسانات محبت و شفقت میرے دل و
دماغ میں گھومتے رہے۔ دل چاہا کہ تنہائی میں جا کر چیخیں مار مار کر

روؤں مگر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ کی نصیحت یاد آگئی جو جلسہ میں آپ نے فرمائی کہ صبر کرو۔

خدا تعالےٰ کی جناب میں دعا ہے کہ مولےٰ کریم حضرت میاں صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات عطا فرمائے اور مرحوم کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو دینی و دنیوی انعام و اکرام سے نوازے اور ان کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے مالامال فرمائے

آمین ثم آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا

مُعَمَّرُ اللّٰہِ

نُورٌ

مُنَوَّرُ اللّٰہِ

(یعنی اللہ کی طرف سے عمر دیا ہوا۔ نور۔ اللہ کا روشن کیا ہوا)

(مکتوبات پیر سراج الحق صاحب نعمانی سے تذکرہ ۸۰۰)

اُداس اُداس بہت ہیں چمن کے گُل بُوٹے

قاصد ظریف از کراچی

وصالِ حضرت مرزا شریف احمد سے
نہ جانے کہ وہ الم دل پہ کس قدر ٹوٹے
ٹپاٹپ ٹپک پڑے آنکھوں سے خون کے آنسو
شکیب و صبر کے داماں جو ہاتھ سے چھوٹے

صدائے شورشِ گریہ سے آنکھ بھر آئی
اداس اداس بہت ہیں چمن کے گُل بُوٹے
کچھ اس طریق سے گزرا ہے رفتگاں کا خیال
کہ سوزِ غم سے مرے دل کے آبلے پھوٹے

یہی ہے حکمِ خدا کا غمِ فراق میں بھی
نہ کوئی اشک بہائے نہ کوئی دل ٹوٹے

سرحد کے احباب کے ساتھ کمال درجہ مشفقانہ سلوک

— از مکرم خان شمس الدین خان صاحب امیر جماعت احمدیہ پشاور —

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال خاندان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے خصوصاً اور تمام جماعت کے لئے عموماً ایک بہت بھاری صدمہ ہے انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ عنہ کو علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرما دے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ عنہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبشر اور موعود اولاد میں سے درمیانی کڑی تھے۔ سیدنا حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

"پھر باپ ہو جہان میں پیدا تو بھائی ہو"

اب اس زنجیر کے لئے اور کڑی کہاں سے آئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب سے آخری ملاقات خاکسار کی جلسہ سالانہ ۱۹۶۰ء کے موقعہ پر سٹیج پر ہوئی تھی اور اتفاق کی بات ہے جس کا پہلے کبھی موقعہ نہیں ملا کہ جب حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ عنہ سٹیج کے دروازے کے دائیں طرف کرسی

پر تشریف فرما تھے تو خاکسار نے مصافحہ کرتے وقت بے اختیار آپ
کے ہاتھوں کا بوسہ لیا جس سے میرے دل میں اب بھی ایک قسم
کی بشاشت محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے یہ موقعہ بہم پہنچایا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ اور حضرت صاحبزادہ
مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی اور خاندان سیدنا حضرت مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ افراد سرحد کے اپنے غلاموں سے نہایت
شفقت سے پیش آتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کا سلوک بھی
بہت مشفقانہ ہوتا جب بھی خاکسار کو شرف ملاقات نصیب ہوتا بہت
محبت سے پیش آتے اور خیریت اور احوال دریافت فرماتے۔ قادیان
میں حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ عنہ جب ناظر دعوۃ و تبلیغ کے
عہدہ پر فائز تھے اور خاکسار جماعت پشاور کا سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ تھا
تو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اور مجلس مشاورت کے دنوں میں خاکسار کو اپنے
دولت کدہ پر مدعو فرماتے اور دیر تک پشاور میں تبلیغ کے متعلق حالات
دریافت فرماتے اور تبلیغ کے متعلق زریں ہدایات سے نوازتے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے باقی بچوں سے
خاکسار کو تعلق کا موقعہ نہیں ملا مگر صاحبزادہ کرنل مرزا داؤد احمد صاحب
سے ۱۹۴۲ء سے جبکہ وہ احمدیہ کمپنی خیبر ایجنسی میں تعینات تھے خاکسار کا

تعلق ہے۔ غالباً ۱۹۴۲ء میں وہ قلعہ چارباغ متصل لنڈی کوتل خیبر ایجنسی
میں قلعہ کے بطور کپتان فوج انچارج تھے۔ قلعہ کے پاس اردگرد شنواری
قوم کے دیہات ہیں۔ مجھے اپنے ہی ایک خاصہ دار شجاع خان مرحوم
نے اطلاع دی کہ قلعہ چارباغ میں جو کپتان ہیں وہ بہت شاہانہ مزاج
کے ہیں۔ اگر کوئی ان کے لئے انڈا مرغی یا بکرو ٹہ قیمتاً" لے آئے تو وہ
اس کی قیمت کئی گنا زیادہ بغیر پوچھے دے دیتے ہیں انکو سمجھانا چاہیئے
میں نے جب محترم کرنل صاحب سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا
کیا حرج ہے، اگر یہاں کے غریب لوگ مجھ سے کچھ زیادہ وصول کریں
تو ان کی امداد ہو جائیگی۔ غرض میں نے دوران قیام سرحد انکو شاہانہ خرچ پایا۔
اب میرا ذہن اس طرف گیا کہ جیسا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب
مدظلہ العالی نے اپنے مضمون رقم فرمودہ مورخہ ۳/۶۲ میں "وہ بادشاہ
آتا ہے" کے الہام کی تشریح فرماتے ہوئے اشارہ فرمایا ہے کہ محترم
کرنل داؤد احمد صاحب کے خُلق میں یہ نمایاں پہلو غالباً اسی الہام الٰہی کے
اثر کے نیچے ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ صاحب ایدہ
کو اپنے قرب میں سیدنا حضرت محمد مصطفٰی صلے اللہ علیہ وسلم اور سیدنا حضرت
مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت سیدہ اُم المومنین رض کے پاس جگہ دے۔ اور
انکی بیگم صاحبہ اور سب اولاد کا حامی اور ناصر ہو آمین ثم آمین

بنی نوع انسان کے سچے ہمدرد

—(مکرم جمعدار نادر علی صاحب چنیوٹ)—

خاکسار کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل اور رحم کے ساتھ جنوری ۱۹۵۳ء سے ۲۵ دسمبر ۱۹۶۱ء تک حضرت میاں شریف احمد صاحب کی خدمت بطور مختار عام کرنے کا شرف بخشا۔ میں اپنے ذاتی مشاہدہ کی بناء پر وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت میاں صاحب مرحوم بنی نوع انسان کے ہمدرد غریبوں کے غم خوار اور بے کسوں کا سہارا تھے۔ اسلام کا حقیقی درد ان کے دل میں تھا اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شیدائی تھے۔

ماہِ رمضان میں جب حضرت میاں صاحب کی طبیعت اچھی ہوتی تو صبح کی نماز کے بعد مسجد مبارک میں درس دیا کرتے۔ جب کبھی اور بعض دفعہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکالیف کا ذکر آتا تو بوجہ رقت حضرت میاں صاحب رضؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد مسجد مبارک میں مسلمان بادشاہوں کی جرأت اور دلیری کا ذکر فرما رہے تھے۔ مثال کے طور پر ٹیپو سلطان والئے

میسور کا ذکر آیا تو اس کی بہادری اور جرأت مندانہ موت کا ذکر فرماتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور آپ پر رقت طاری ہو گئی۔

حضرت میاں صاحب پیدل چلنے کے عادی تھے۔ جب کبھی کوئی ضرورت مند مسافر سڑک پر دکھائی دیتا تو اس کو اس کی منزل تک پہنچنے کا کرایہ دے دیتے۔ اگر کوئی مسافر شام کو مل جاتا تو اسے خود مہمان خانہ میں اپنے ساتھ لا کر اس کی رہائش کا انتظام فرماتے اور اگر کوئی آدمی میلے کپڑوں والا مل جاتا تو اسے صابن خریدنے کے لئے کچھ نہ کچھ رقم دے دیتے۔ اگر کبھی کوئی مزارع گندم لینے کے لئے ان کی کوٹھی پر آتا تو اسے کم از کم ایک من گندم خریدنے کی قیمت دے دیتے۔ اور مجھے کہہ دیتے اس کے نام قرضہ مت لکھنا۔

غالباً جنوری ۱۹۶۰ء میں خاکسار ایسا دن حضرت میاں کی کوٹھی پر گیا۔ آپ نے اپنی کوٹھی کے کمرہ میں بٹھا لیا۔ چائے میز پر پڑی ہوئی تھی فرمایا آپ چائے پئیں اور خود تاریخ اسلام پڑھنے لگ گئے اور کافی دیر تک عیسائیوں کے مسلمانوں پر مظالم پڑھتے رہے۔ وفات پانے سے قریباً ایک ہفتہ پہلے حضرت میاں صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو ڈاکٹر صاحب نے ملاقات کرنے کی اجازت نہ دی۔ اس لئے خاکسار

۱۹۶۱ء

بھی تین روز ملاقات کرنے سے محروم رہا چوتھے روز ۲۴ر دسمبر
کو خاکسار کو بلانے کے لئے اپنے خادم کو حکم دیا چنانچہ نصیر احمد
صاحب خادم مجھے گولبازار میں ملے اور حضرت میاں صاحب کا
پیغام دیا جسب الحکم خاکسار ڈاکٹر صاحبزادہ میاں منور احمد صاحب
سے اجازت لیکر میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا نہایت محبت
بھرے الفاظ میں کرسی پہ بیٹھنے کو فرمایا اور دریافت کیا کہ آپ
تین روز سے میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ چند منٹ کے بعد کھانا
آگیا فرمانے لگے میری کلائی میں درد ہے۔ آپ مجھے کھانا کھلائیں
اس پر خاکسار نے کھانا کھلایا اور پھر عرض کیا کہ میں ۲۵ر دسمبر کو آپ
کے پاس نہیں آسکوں گا کیونکہ جلسہ سالانہ کے لئے بچوں کو ربوہ لانا
ہے۔ اگر آپ کا کوئی کام ہو تو ارشاد فرمائیں۔ فرمایا نہیں آپ کل اپنے
گھر والوں کے لئے رہائش کا انتظام کر لیں۔ پرسوں ۲۶ر دسمبر کو میرے
پاس آجائیں

۲۶ر دسمبر کی صبح کو ۹ بجے خاکسار حضرت میاں صاحب کی کوٹھی کی
طرف جا رہا تھا کہ راستے میں سنا کہ حضرت میاں صاحب وفات
پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نومبر ۱۹۵۵ء میں لائل پور کی ایک فرم نے خاکسار کو معقول

تنخواہ پر ایک پورٹ کی پیشکش کی۔ خاکسار نے حضرت میاں صاحب سے
اس بات پر مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا چونکہ آپ کو وہاں فائدہ ہے
آپ وہاں چلے جائیں۔ چنانچہ اجازت ملنے پر خاکسار وہاں چلا گیا
قریباً ڈیڑھ ماہ کے بعد حضرت میاں صاحب نے مجھے خط تحریر فرما کر
واپس بلا لیا۔

جماعت احمدیہ میں انکی وفات کے باعث جو خلا پیدا ہو گیا ہے اللہ تعالےٰ
اس کا نعم البدل عطا فرمائے اور حضرت میاں صاحب کو جنت الفردوس
میں بلند درجات عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین یا رب العالمین

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے پاک نمونہ کے متعلق

حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی اہم شہادت

حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ کی علالت کے دوران میں اور حضور کی وفات پر منکرین خلافت نے خلافت کو ختم کرنے کیلئے جو جو کوششیں کیں ان کا مقابلہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے صرف دعا اور خشیت اللہ سے کیا تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی ایک نہایت اہم اور ضروری شہادت درج ذیل کی جاتی ہے۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب ۱۳ اور ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مخالفین کی خفیہ کارروائیوں کو خوب اچھی طرح جانتے ہوئے اس خطرے کو خوب اچھی طرح محسوس کرتے ہوئے کہ منکرین اس وقت خلافت کو جڑ

سے اکھیڑنا چاہتے ہیں صرف دعا اور خشیت اللہ سے ان کا مقابلہ کیا
میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کا ایک
فرد ہونے کی حیثیت سے اس بات کا گواہ ہوں کہ اس موقعہ پر
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت اور اثر کے ماتحت ہمارے تمام
خاندان نے خلافت کو اللہ تعالےٰ کی امانت جانتے ہوئے اس
کے قیام کے لئے صرف خدا تعالےٰ کی خوشنودی کے حصول کے
لئے کوشش کی اور حضور کے دل میں کسی وقت میں اور کسی رنگ
میں کبھی خود غرضی اور ذاتی مفاد کا خیال پیدا نہیں ہوا واللہ
علیٰ ما اقول شہید ...... ہم جمعہ کی نماز کے بعد واپس
آ رہے تھے اور میں اس وقت اس گلی میں سے گزر رہا تھا جو دفتر
ڈاک سے دفتر تحریکات جدید کے پاس سے ہوتی ہوئی چوک میں آتی ہے
اس وقت میں نے ایک شخص سے سنا کہ حضرت خلیفۃ المسیح فوت
ہو گئے ہیں۔ اس فقرہ کو سنکر میرا پہلا جذبہ ایک گھبراہٹ کا جذبہ
تھا اور میں چند قدم باہر آنے کے لئے دوڑا مگر اچانک میں رک
گیا اور اسی گلی میں کھڑے ہو کر میں نے جو دعا کی وہ یہ تھی :-

"اے خدا خلیفۃ المسیح وفات پا گئے ہیں۔ اب تو جماعت
کو فتنہ اور شقاق سے بچائیو۔"

اس دعا کے بعد میں آگے بڑھا۔ خدا تعالےٰ نے ہمیں اپنے فضل سے اس فتنہ سے بچا لیا ..... میرا یہ واقعہ بیان کرنے سے صرف یہ مقصد ہے کہ ہماری طبائع نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے اقوال اور افعال سے جو اثر لیا وہ یہ تھا کہ ہمارے دلوں میں صرف ایک ہی تڑپ تھی کہ خدا تعالےٰ کا قائم کردہ سلسلہ اپنی صحیح تعلیم پر قائم رہے اور یہ جذبہ اپنے انتہائی کمال تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میں اس وقت موجود تھا اور ممکن ہے کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو خلافت کے لئے اسی لئے چنا ہو کہ خدا تعالےٰ کی نظر میں اتحاد ملت کی جو تڑپ اس وقت آپ کے دل میں تھی وہ کسی اور فرد میں موجود نہ تھی" (الحکم ۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مد ظلہ العالی اور حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حقیقت افروز بیانات سے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات اور خلافت ثانیہ کے قیام کے حالات کا اندازہ کسی قدر لگایا جا سکتا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے منکرین خلافت کی ریشہ دوانیوں کے مقابلہ میں جو پاک نمونہ اختیار فرمایا اس کے سلسلہ میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی مندرجہ بالا شہادت ایک خاص مقام اور اہمیت رکھتی ہے۔ اس شہادت سے ظاہر ہے کہ خلافت ثانیہ کا قیام خالصۃً

اللہ تعالےٰ کے اذن و منشاء سے عمل میں آیا۔ اس میں ہرگز کسی انسانی کوشش کا دخل نہ تھا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا یہ بیان بالکل صحیح اور درست ہے کہ

"میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی انسان سے خلافت کی تمنا نہیں کی اور یہی نہیں بلکہ خدا تعالےٰ سے بھی کبھی یہ خواہش نہیں کی کہ وہ مجھے خلیفہ بنا دے۔ یہ اس کا اپنا فعل ہے۔ یہ میری درخواست نہ تھی۔ میری درخواست کے بغیر یہ کام میرے سپرد کیا اور یہ خدا تعالےٰ کا فعل ہے کہ اس نے اکثروں کی گردنیں میرے سامنے جھکا دیں۔"

(رسالہ کون ہے جو خدا کے کام روک سکے؟)

الغرض ۱۴ مارچ کا دن ایک تاریخی اہمیت رکھنے والا دن ہے یہ دن احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ یادر ہے گا اور اس امر کی شہادت دیتا رہے گا کہ حضرت خلیفۂ اول رضٓ نے بالکل صحیح اور درست فرمایا تھا کہ

"خلیفہ بنانا اللہ تعالےٰ ہی کا کام ہے ..... میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اسکو آپ کھڑا کر دے گا۔"

(بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

سادگی اور منکسر المزاجی

— از مکرم شیخ عبد الرحمن صاحب کپورتھلوی نائب ندلیانوالہ —

غالباً ۱۹۲۱ء یا ۱۹۲۲ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب حاجی پور تشریف لے گئے۔ دوران قیام حاجی پور حضرت میاں صاحب ہم سے چھوٹے بھائیوں کی طرح سلوک فرماتے کوئی خادم تا سہ ہمراہ نہ تھا۔ ہر ایک کام نہایت سادگی سے اور اپنے ہاتھ سے سرانجام دینے کی کوشش کرتے تھے۔ حاجی پور کے اس قیام میں جب صبح کو فجر کی نماز مسجد میں پڑھا کر مکان پر تشریف لائے اور جراب پہننے لگے تو جراب میں غالباً بوٹ کے کیل سے معمولی سوراخ ہو گیا ہوا تھا یہ دیکھ کر آپ نے سوئی دھاگا طلب فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ جراب دے دیں اندر جراب میں رفو ہو جائے گا۔ مگر آپ نے اس پیشکش کو رد کر دیا۔ میری والدہ صاحبہ اور اہلیہ مرحومہ نے پھر عرض کی کہ جراب دیدی جائے۔ ہم خود مرمت کریں گے۔ مگر پھر بھی آپ نے منظور نہ فرمایا بالآخر ارشاد گرامی کے احترام میں اندر سے سوئی دھاگہ لاکر پیش

کیا گیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ہی اپنی جراب میں خود رفو کرکے جراب کی مرمت کرکے پھر خود استعمال فرمائی۔ گویا اپنے لئے امتیاز و بزرگی کا گمان بھی نہ ہونے دیتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد ٹیریٹوریل فورس کا کیمپ جالندھر چھاؤنی میں کورس پورا کرنے کے لئے انبالہ چھاؤنی سے منتقل ہوکر آگیا حضرت والد صاحب کو علم ہوا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب جالندھر چھاؤنی کیمپ میں تشریف لائے ہوئے ہیں فوراً حضرت میاں صاحب سے ملاقات کے لئے ٹیریٹوریل کیمپ جالندھر چھاؤنی پہنچے۔ حضرت میاں صاحب رض اس وقت بہت مصروف تھے۔ والد صاحب کی آمد کی اطلاع پر اپنا خاص آدمی بھیجکر اپنے کیمپ میں قیام کا انتظام فرمایا اور تھوڑے وقفہ کے بعد فارغ ہوکر خود بھی کیمپ میں تشریف لے آئے۔ دوران گفتگو والد صاحب نے عرض کیا فراغت کا دن کونسا ہوتا ہے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا ہر شنبہ کی شام سے اتوار کی شام تک۔ والد صاحب نے عرض کیا پھر اس شنبہ کی شام کو اتوار تک حاجی پور قیام منظور فرمائیں۔ حضرت میاں صاحب نے یہ پروگرام منظور فرمایا تب والد صاحب نے عرض کیا کہ جب تک آپ کا قیام یہاں بسلسلہ کیمپ رہے میری درخواست ہے کہ ہر شنبہ کی شام کا پروگرام مسلسل اور متواتر یہی رہے۔ حضرت میاں صاحب نے ازراہ مہربانی

قبول فرما لیا اور آپ تا قیام کیمپ جالندھر چھاؤنی حسب وعدہ اس پر عمل پیرا رہے۔

جالندھر چھاؤنی اور پھگواڑا اسٹیشن کا فاصلہ گیارہ میل تھا۔ پھگواڑا اسٹیشن سے حاجی پور کا فاصلہ ڈیڑھ میل تھا۔ حضرت میاں صاحب کو ہم سب سٹیشن پھگواڑا پر (Receive) کرنے آتے۔ ٹانگہ سواری کے لئے آپ کبھی قبول نہ فرماتے اور ہمیشہ پا پیادہ ہی ڈیڑھ میل کی مسافت کو آمد و رفت میں اختیار فرماتے اور یہی برابر عمل رہتا۔ آپ جب تشریف لاتے ہمیشہ تن تنہا تشریف لاتے کبھی بھی کوئی خادم ساتھ ہمراہ نہ ہوتا تھا۔

قادیان میں بھی اور پھر ربوہ میں بھی اکثر چلتے ہوئے آپ ہم سب بھائیوں میں سے کسی کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھ پاتے تو فوراً چلتے ہوئے رک جاتے اور سلام علیک اور مصافحہ کا موقعہ دے کر پھر آگے روانہ ہوتے۔ جب تک حضرت والد صاحب بقید حیات رہے چونکہ والد صاحب بیمار رہتے تھے ہم بھائیوں میں سے کسی کی بھی ملاقات پر والد صاحب کی صحت اور طبیعت کے متعلق ضرور دریافت فرماتے۔

اللہ اللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبشر شعائر اللہ اور بابرکت اولاد جو رُوسائے پنجاب میں سے تھے اور لکھو کھا خادم اور

نواب صاحب رضؓ کا شرفِ دامادی۔ خود نواب تھے مگر کیسی سادہ طبیعت اور منکسر المزاجی پائی تھی۔ اللہ کریم آپؓ کے درجات کو بلند سے بلند تر اعلیٰ علیین میں بلند فرمائے۔ آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

"شریف احمد کی نسبت اس کی بیماری کی حالت میں الہامات ہوئے

(۱) عَمَّرَهُ اللّٰهُ عَلٰى خِلَافِ التَّوَقُّعِ

اس کو یعنی شریف احمد کو خدا تعالیٰ خلاف توقع عمر دے گا۔

یہ الہام اس کی خطرناک بیماری کی حالت میں ہوا۔

(۲) أَمَّرَهُ اللّٰهُ عَلٰى خِلَافِ التَّوَقُّعِ

اس کو یعنی شریف احمد کو اللہ تعالیٰ نے خلاف توقع امیر کر دیگا

(۳) أَأَنْتِ لَا تَعْرِفِيْنَ الْقَدِيْرَ

کیا تو قادر کو نہیں پہچانتی (یہ اس کی والدہ کی نسبت الہام ہے)

(۴) مُرَادُكَ حَاصِلٌ تیری مراد حاصل ہو جائیگی۔

(۵) اَللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ"

خدا سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ ارحم الراحمین ہے

(الحکم مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء – تذکرہ ص ۴۷۱)

حُسنِ اخلاق کی ایک جھلک

— از مکرم الطاف حسین صاحب شاہجہانپوری ربوہ —

خاکسار کی یہ دیرینہ عادت ہے کہ اجنبی اور مسافروں کو پیغام احمدیت ضرور سناتا ہوں۔ ایک دن میں اپنے مکان واقع محلہ دارالیمن ربوہ سے شہر کی طرف جا رہا تھا کہ پیچھے سے ایک نہایت شریف وضع صاف ستھرے لباس والے نہایت خوبصورت بزرگ میرے قریب آکر سائیکل سے اترے اور میرے ساتھ ہو لئے۔ میں نے سلام علیکم کہا اور ایک مسافر سمجھ کر حسب عادت ان کو تبلیغ کرنے لگا۔ میں اس اجنبی کے ساتھ چلتے چلتے بہشتی مقبرہ کے سامنے آگیا۔

اڈہ سے نکل کر وہ بائیں ہاتھ مڑے اور ایک مکان کے سامنے جا کر رک گئے۔ میں اچھے جوش میں گفتگو کرتا رہا۔ پھر انہوں نے مجھ سے رخصت چاہی۔ میں بھی نصرت گرلز ہائی سکول کی طرف چل پڑا۔ اتنے میں ایک شخص مجھے ملا اور کہنے لگا کیا حضرت میاں صاحب اندر تشریف لے گئے ہیں؟

میں نے پوچھا کون میاں صاحب؟ وہ کہنے لگا۔ یہ حضرت مرزا

شریف احمد صاحب تو تھے۔ اس وقت میں بھونچکا سا ہو گیا اور سخت حیران تھا کہ مجھ سے کیا بے وقوفی ہوئی۔ ارے یہ تو صاحبزادہ صاحب تھے میں نے ناحق ان کو اتنی دور پیدل چلنے کی تکلیف دی۔

انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں گول بازار کی طرف چلتا رہا۔ بار بار خیال آتا تھا کہ واپس جا کر اور دستک دے کر پھر تکلیف دوں اور معافی مانگوں۔

خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اگلے ہی دن حضرت صاحبزادہ صاحب مجھے ڈاک خانہ کے قریب مل گئے مجھے دیکھتے ہی یاد فرمایا اور ڈاکٹر محمد احمد صاحب کی دوکان پر تشریف لے گئے۔ مجھے قریب بٹھا لیا اور فرمایا خان صاحب کل جو باتیں آپ نے سنائی تھیں پھر سناؤ میری حالت یہ تھی کہ شرم سے زمین میں گڑا جاتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے بہت غلطی ہوئی مجھے معاف فرمایا جائے۔ اس وقت عقل پر کچھ ایسا پردہ پڑ گیا کہ حضور کو نہ پہچانا۔ مجھ پر افسوس کہ اپنے آقا و مرشد کے بیٹے کو بھی نہ پہچانا۔ اب حضور مجھے فرماتے ہیں کہ کل والی باتیں سناؤ ؎

حضور بلبل بستان کروں نوا سنجی!

یہ کیسے ممکن ہے؟ مگر نہ صرف صاحبزادہ صاحب نے بلکہ اردگرد

کے اور دوستوں نے بھی مجبور کر دیا۔ کہ میں تقریر کروں۔ خیر میں نے شروع کیا مگر چند الفاظ کے بعد مجھ میں قطعاً قوت گویائی نہ تھی اور دست بستہ عرض کی کہ حضرت مجھے معاف فرمایا جاوے۔

اس پر حضرت میاں صاحب نے متبسم ہو کر فرمایا کہ میں آپ سے ناراض نہیں ہوں بلکہ بہت خوش ہوں۔ ہمارے دوستوں میں ایسا ہی جوش چاہیے آپ کا سمجھانے کا طریق بہت دلنشیں ہے اور مجھے بہت پسند آیا۔

پھر حضرت میاں صاحب نے میرے لئے چائے اور مٹھائی منگوائی میں اور بھی شرمندہ ہوا میں نے بہت انکار کیا مگر پیہم اصرار سے مجبور ہو کر شریک ہو گیا۔ اس کے بعد اجازت لے کر چلا آیا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کے حسنِ اخلاق کی ادنیٰ سی جھلک اس معمولی واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

توکّل علی اللہ اور غریب پروری

از مکرم خلیفہ صلاح الدین احمد صاحب مرحوم ربوہ

یہ محض آپ کی ذرہ نوازی تھی کہ اس حقیر خادم کو بچپن سے حضرت میاں صاحب نے اپنی خاص شفقت سے نوازا۔ اب اس محرومی کو نہ صرف عاجز بلکہ عاجز کا سارا خاندان درد اور کرب سے محسوس کرتا ہے۔

انبالہ چھاؤنی میں ٹیریٹوریل فورس کی احمدیہ کمپنی حضرت میاں صاحب کی زیر نگران جاری ہوئی۔ آنریری لیفٹیننٹ مکرمی چوہدری عبداللہ خان صاحب مرحوم و مغفور کے بعد جو کہ سیکنڈ ان کمانڈ تھے حضرت میاں صاحب عاجز کو اس خدمت کے لئے بھرتی کر کے لے گئے۔ ایک انگریز میجر گورنگ ولایت سے آتے ہی ہماری یونٹ میں متعین ہوا مگر ہماری کمپنی کو کڑی نگرانی سے دیکھتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے علیحدگی میں اس عاجز کو بتایا کہ ولایت میں اس کو ہدایت کی گئی تھی کہ احمدیہ کمپنی پر خاص نظر رکھے۔ کیونکہ یہ جماعت بنی اسرائیل کے انبیاء کی

طرح اٹھ رہی ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ اس گئے گزرے زمانہ میں اس امر کو غلط فہمی پر سمجھتا تھا اور اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا۔ مگر اب حضرت میاں صاحب کا طرز عمل علمی فوقیت۔ جرأت اور رعب دیکھ کر اور ساتھ ہی آپ لوگوں کا سلوک دیکھ کر یہ سمجھتا ہوں کہ عین ممکن ہے کہ اس سلسلہ کا بانی خدا تعالیٰ کا مامور ہو۔ اس کے بعد ہمارے ساتھ اس کا سلوک بھی اچھا ہو گیا۔ احباب اس واقعہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کن غیر معمولی خوبیوں کے مالک تھے اور ورثہ میں نہ صرف جسمانی قوٰے بلکہ روحانی اقدار کے بھی حامل تھے حتیٰ کہ فوجی ماہرین بھی اس نور کو پہچان گئے اور آپ کا وجود نہایت ہی مؤثر تبلیغ کا موجب بنا۔

باوجود اس کے کہ حضرت میاں صاحب اپنے لئے امتیازی سلوک پسند نہ فرماتے تھے مگر آپ کی ہستی چھپی نہیں رہتی تھی۔ ایک مرتبہ لاہور پولیس لائن میں ایک دوست کو ملنے تشریف لے گئے۔ عاجز بھی ہمراہ تھا۔ پولیس لائن کی پریڈ گراؤنڈ میں سے گزرنا پڑا جہاں کچھ پولیس کے آزمودہ کار افسر موجود تھے جو کہ غور سے آپ کو دیکھ رہے تھے بعد میں انہوں نے دریافت کیا۔ کہ یہ پگڑی والے صاحب کون ہیں جب بتلانے میں تامل کیا گیا تو انہوں نے اصرار کیا اور کہا کہ ہم اس

نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ شخص کوئی ولی اللہ ہے اور بجائے دنیا کے خدا تعالیٰ سے اس کا تعلق زیادہ ہے جب آپ کا تعارف کرایا گیا تو وہ سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

حضرت میاں صاحب نے عاجز کو بتلایا کہ ولایت جاکر جب ڈاکٹروں سے میرا معائنہ کرایا گیا تو سب نے دل اور دماغی حالت دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا کہ ایسے شدید اعصابی مریض کا دل و دماغ اس عمدگی سے کام کرتے ہیں وہ اس نتیجہ پر پہونچے کہ خاندانی اثر کے علاوہ اعلیٰ پائے کے توکل علی اللہ کا یہ نتیجہ ہے کہ دل و دماغ پر بیماری کا اثر نہیں

سفر میں حضرت میاں صاحب وقت ہوتے ہی نماز ادا فرما لیتے تھے اور نصیحت فرماتے کہ سفر میں ہمیشہ نماز اول الوقت ادا کرنی چاہیئے

میرا بیٹا عزیزم صباح الدین اپنے مضمون میں جو الفضل میں شائع ہو چکا ہے ایک بچے کے گم ہونے کا واقعہ لکھ چکا ہے اس کا ایک حصہ اس واقعہ کا وہ بھول گیا تھا وہ یہ کہ جب گھر والوں کی پریشانی دیکھ کر حضرت میاں صاحب نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے کشفی رنگ میں دکھایا کہ بچہ محفوظ ہے اور ایک معمر شخص اس کو گھر پہنچانے آیا ہے۔ تو یہ سنکر رات کو گھر والے اطمینان سے سو گئے۔ صبح حضرت میاں صاحب نے روانہ ہونا تھا۔ مگر ابھی بچہ گھر نہ پہنچا تھا۔ اس پر حضرت میاں صاحب

نے پھر دعا فرمائی کہ میں گھر والوں کو انتظار کی حالت میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ اے باری تعالےٰ اس بچہ کو میرے ہوتے ہوئے پہنچا دے۔ چنانچہ تھوڑی ہی انتظار کے بعد بچہ حضرت میاں صاحب کی موجودگی میں ایک معمر شخص گھر لے آیا اور گھر والوں نے خوشی خوشی حضرت میاں صاحب کو روانہ کی۔

غریب پروری اور توکل علی اللہ بہت بلند درجہ کا تھا۔ گزشتہ جنگ کی سپلائی کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے غیر معمولی طور پر حضرت میاں صاحب کو امارت بخشی۔ اور تقسیم ملک کے بعد تنگی بھی آئی۔ مگر دونوں حالتوں میں حضرت میاں صاحب کا سلوک یکساں رہا۔ جب جیب میں ہزاروں روپے ہوتے تب بھی اور جب عسر تھا تب بھی حاجتمندوں سے کرید کرید کر دریافت فرماتے اور اپنی ضروریات کو ملتوی کر کے جیبیں خالی کر دیتے۔

برادرم ڈاکٹر احسان علی صاحب کی دوکان پر قادیان میں اکثر آتے جاتے بیٹھ جاتے۔ اصل غرض یہ ہوتی کہ ایسے دوستوں کی مدد کی جائے جو بوجہ تنگی کے مکمل علاج نہیں کرا سکتے۔ چنانچہ ڈاکٹر احسان علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایسے چند ایک نہیں بلکہ بیسیوں مریض تھے۔ جن کا حضرت میاں صاحب نے اپنی جیب خاص سے مکمل علاج کروایا نیز مریضوں

کے آرام کے لئے ان کی دو کان میں چھت کا پنکھا بھی لگوا دیا۔

تسبیح اور استغفار کا اکثر ورد فرماتے بعض اوقات بلند آواز سے پڑھ دیتے۔ تاکہ ساتھی بھی اس نیک شغل کو اختیار کریں۔

قرآن شریف اور احادیث نبویہ سے بہت ہی محبت تھی۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت سنتے اور اصلاح فرماتے۔ عاجز سے بھی کئی مرتبہ سنا۔ خصوصاً عاجز کے بچوں کی قرأت کی اصلاح فرماتے۔ مکرم حافظ محمد رمضان صاحب سے اکثر تلاوت کی فرمائش ہوتی۔ ہمارے ہاں آتے جاتے میاں مطیع اللہ صاحب کو ساتھ لے لیتے جو کہ بڑی خوش الحانی سے تلاوت کرتے ہیں۔ اور سارا راستہ قرآن کریم سنتے جاتے اور اصلاح فرماتے جاتے۔ حدیث شریف کا درس قادیان میں بھی فرماتے رہے اور ربوہ میں بھی۔ حدیث کو صحت کے ساتھ پڑھنے میں علماء کے ساتھ مقابلہ بھی رہتا اور ہمیشہ حضرت میاں صاحب فائق ہوتے۔

..

عاجز کو حضرت میاں صاحبؓ نے دو واقعات سنائے اور اجازت بخشی کہ عاجز آپ کی طرف سے روایت کر سکتا ہے۔

پہلا واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لاہور کی طرف آخری سفر اختیار فرمانے سے قبل سٹور کا تالا بند کیا۔ (سٹور جو کہ حضرت ام طاہر احمد رضی اللہ عنہا کے صحن کی طرف کھلتا تھا) حضور کے ہمراہ حضرت

میاں صاحب رضؓ اور حضرت اماں جی رضؓ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ) بھی تھے حضور نے تالا بند کرنے کے بعد چابیاں حضرت اماں جی کو دیتے ہوئے فرمایا

"اب اسے کوئی اور ہی کھولے گا"

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی تشویشناک علالت کے پیش نظر فیصلہ ہوا کہ آپ کو باہر دار السلام کوٹھی حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ میں منتقل کیا جائے۔ مگر جب آپ کی چارپائی تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ کے مقابل پہونچی تو مولوی محمد علی صاحب مرحوم اور ان کے رفقاء نے رکوالی تاکہ بجائے "دار السلام" کے بورڈنگ ہاؤس کے چوبارہ میں آپ کو رکھا جائے۔ بورڈنگ ہاؤس کے چوبارہ کی سیڑھیاں چونکہ چکردار تھیں اس لئے گیلیوں کی سیڑھیاں بھی تیار کی گئی تھیں۔ یہ دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ بہت پریشان ہوئے اور چاروں طرف دیکھا۔ جب آپ کی نظر حضرت میاں صاحب پر پڑی تو فرمایا "ہیں! یہ اس جگہ مجھے لا رہے ہیں! میاں مجھے بچاؤ! جس پر حضرت میاں صاحب نے کافی کوشش سے پھر چارپائی اٹھوائی اور آپ کو دار السلام پہنچایا۔

روایت نمبر 883 سیرۃ المہدی جلد اول حصہ

جس مشیت خاص کے ماتحت اللہ تعالےٰ نے حضرت میاں صاحب کا وصال جلسہ سالانہ کے پہلے دن مقدر فرمایا۔ اس کے بھید خود خدا تعالےٰ کے علم میں ہی ہیں۔ مگر اس تقدیر سے اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کی خاص قدر و منزلت ہے۔ کہ جنازہ کے لئے اس نے ایسے ایام پسند فرمائے جو مبارک بھی ہیں اور جماعت کے سب سے بڑے اجتماع کا موقعہ بھی ہے۔ پھر تقدیر الٰہی کے ایسے وقت ظاہر ہونے سے غالباً حضرت کے ہمدردانہ جذبہ کا احترام بھی اللہ تعالےٰ کو منظور تھا کہ رنج و غم میں مبتلا ہو کر دور دراز کے سفر اختیار کئے بغیر جماعت کے ایک معتدبہ حصہ کو جنازہ میں شمولیت کی سعادت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے غم میں شریک ہونے کا ثواب مل گیا۔ دوسرے اللہ تعالےٰ نے اس ذمہ داری کا احساس بھی کرا دیا جو خاندان حضرت مسیح موعود کے حق میں ہم پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ استغفار سے کام لینا چاہیئے اور آئندہ دعا اور عمل سے اپنی کوتاہیوں کی تلافی بھی کرنی چاہیئے۔

فطری ذہانت کا ایک واقعہ

از مکرم صوفی محمد فسیح صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی منٹگمری

میں بفضلِ خدا پیدائشی احمدی ہوں اور میری تاریخ پیدائش یکم مئی ۱۸۹۲ء ہے۔ میں چھوٹی عمر کا تھا یعنی تقریباً ۶، ۷ سال کا جبکہ میرے والد محترم صوفی محمد علی صاحب مرحوم جو خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین اصحاب میں اور ۳۱۳ کی فہرست میں شامل ہیں مجھے دارالامان قادیان گاہے گاہے ساتھ لے جاتے تھے۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب تقریباً ½۲ سال مجھ سے چھوٹے تھے اس بچپن کے زمانہ میں ہم ایک دو دوست خاص کر شیخ محمد مبارک اسمٰعیل صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر جو حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے چچا زاد بھائی ہیں) شروع پرائمری سے کہ میرے ہم جماعت اور ہم سکول لاہور میں رہے ہیں دونوں اکٹھے ہی دارالامان اپنے والدین کے ساتھ آتے اور احمدیہ چوک اور دیگر

بازاروں اور کوچوں میں گھومنے چلے جاتے۔ کبھی کبھی حضرت میاں صاحب مرحوم بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جاتے اور ہمیں اس بات کا بڑا فخر ہوتا کہ حضرت میاں صاحب ہمارے ساتھ ہیں۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے بچپن سے ہی مشینوں اور کلوں کے سمجھنے اور ان کے متعلق غور و فکر کرنے کا خاص ارادہ عطا کیا ہوا تھا۔

حضرت میاں صاحب مرحوم کی شکل حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کافی مشابہت رکھتی تھی۔ چنانچہ جب بھی کسی وقت میرے ساتھ کوئی دوست ہوتا اور حضرت میاں صاحب کبھی راستے میں مل جاتے تو میں اس مناسبت کا ذکر ان سے ضرور کرتا اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد تازہ کر لیتا۔ ۱۹۱۴ء کی بات ہے کہ جب میں سب انسپکٹر پولیس بنکر میرپور خاص ضلع تھرپارکر سندھ میں لگا تو وہاں محمد عبداللہ صاحب جو قادیان کے رہنے والے اور پیدائشی احمدی تھے سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دفتر میں ہیڈ کنسٹیبل کلرک لگے ہوئے تھے بعد میں وہ سب انسپکٹر بھی ہو گئے مگر پھر ملازمت چھوڑ گئے تھے بوجہ احمدیت کے ان سے خاص انس تھی اور کبھی کبھی دارالامان کی باتیں بھی درمیان میں آجاتیں ان باتوں کے دوران ایک دفعہ انہوں نے حضرت میاں صاحب کی چھوٹی عمر کا جبکہ وہ غالباً ۱۲، ۱۳ سال کے تھے ایک واقعہ سنایا

کہ آپ ایک دفعہ اس گلی میں سے گزر رہے تھے جہاں پریس لگا ہوا تھا کوئی کتاب چھپ رہی تھی مگر اچانک مشین بند ہو گئی۔ آپ نے جب دیکھا کہ پریس بند ہے تو آپ نے مشین چلانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیوں بند ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے ہر طرح سے کوشش کی ہے مگر نقص معلوم نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا اچھا میں دیکھتا ہوں چنانچہ آپ نے اس کو ہر طرف سے دیکھا اور دیکھ کر فرمایا کہ اس کو اس طرح ٹھیک کرو اور پھر دیکھو کہ کام کرتی ہے یا نہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی ہدایت کے مطابق اس کو ٹھیک کیا اور پھر اس کو چلا کر دیکھا تو بالکل درست کام کرنے لگی۔ ان سب نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور آپ تشریف لے گئے۔

آپ بفضل خدا سادگی اور اعلیٰ اخلاق اور کئی خوبیوں کے مالک تھے اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جوار میں مقام بخشے اور ہماری عاقبت بخیر کرے۔

آمین ثم آمین

حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی یادیں

از مکرم سید منیر احمد صاحب خلیل

غالباً ۱۹۴۱ء کی بات ہے کہ میں بوجہ بیماری اور تنگ دستی کے تعلیم کو جاری نہ رکھ سکا تو والد صاحب مرحوم سید احمد علی صاحب انبالوی نے مجھے "نسیم میڈیکل ہال" میں ملازم کرا دیا۔ وہاں کام زیادہ نہ تھا اور پھر محترم ڈاکٹر صاحب مجھ سے بھائیوں جیسا سلوک کیا کرتے تھے۔ پوری دوکان میرے سپرد کر کے سارا سارا دن مریضوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے۔ معمولی مریضوں کو کبھی کبھار کسی دوائی کی ضرورت پڑتی تو میں بھی دے ڈالتا مگر زیادہ سمجھ نہ تھی۔

حضرت میاں صاحب بھی سائیکل پر اسی راستہ سے گزرتے تھے۔ دوائی وغیرہ کی ضرورت اسی دوکان سے پوری کیا کرتے تھے غالباً میاں صاحب کی بیماری کے یہ ابتدائی ایام تھے اور وقتاً فوقتاً اگر انجکشن کی ضرورت پڑتی تو وہ بھی ڈاکٹر صاحب لگا دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب تشریف لائے تو ڈاکٹر صاحب موجود تھے اور میاں صاحب بہت جلدی میں تھے۔ غالباً دفتر کا وقت تھا

مجھے فرمانے لگے بیٹے جلدی سے اب انجکشن لگا دو اور فوراً ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ مجھے چونکہ انجکشن ابھی تک لگانا نہیں آتا تھا۔ بلکہ پریکٹس بھی شروع نہیں کی تھی اس لئے حیران ہو گیا۔ میاں صاحب . . . . فرمانے لگے۔ کیوں بیٹا کیا بات ہے پریشان کیوں ہو ساتھ فرمانے لگے کیا تمہیں انجکشن لگانا نہیں آتا۔ یہ بھی کوئی مشکل بات ہے۔ آج یہ بھی کام مکمل کر لو ہم تمہارے استاد بنتے ہیں۔ اور تم کو انجکشن لگانا سکھاتے ہیں۔ میرے دل میں خوف سا محسوس ہوا کہ یہ مرحلہ کس طرح طے ہوگا۔ مگر حضرت میاں صاحب نے فوراً سرنج سٹرلائز کر کے میرے ہاتھ میں تھما دی اور خود قمیص کا بازو اوپر کرنے لگے میں ڈر رہا تھا بلکہ ہاتھ بھی کانپ رہا تھا۔ فرمانے لگے ڈرو نہیں بلکہ اس طرح سرنج پکڑو۔ میں ابھی شش و پنج میں تھا کہ جلدی سے میرے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے بازو کے قریب لے گئے اور چند سیکنڈ میں حضرت میاں صاحب میرے ایک شفیق استاد بن گئے۔ پھر جب کبھی تشریف لاتے۔ ڈاکٹر صاحب کی موجودگی میں بھی مجھے ارشاد فرمایا کہ تم لگاؤ اور ادھر ڈاکٹر صاحب کو فرماتے کہ اس کا ہاتھ ہلکا ہے۔ آج سے مجھے یہی انجکشن لگایا کرے گا۔ یہ خدا تعالے کا خاص فضل اور احسان ہے کہ میں نے انہی کی بدولت انجکشن لگانا سیکھا۔ اور پھر باقاعدہ ڈسپنسری کا امتحان پاس

کیا اور آج میں معمولی پڑھا لکھا آدمی ایک تجربہ کار پریکٹیشنر ہوں۔

خدا تعالےٰ میرے شفیق اور مہربان استاد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :-

"میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا اور ایک سخت تپ محرقہ کے رنگ میں چڑھا جس سے لڑکا بالکل بیہوش ہو گیا ..... میرے پر کشفی حالت طاری ہو گئی اور میں نے کشفی نظر سے دیکھا کہ لڑکا بالکل تندرست ہے۔ تب وہ کشفی حالت جاتی رہی اور میں نے دیکھا کہ لڑکا ہوش کے ساتھ چارپائی پر بیٹھا ہے ..... مجھے اس خدا کی قدرت کے نظارہ نے الٰہی طاقتوں اور دعا قبول ہونے پر ایک تازہ ایمان بخشا۔"

(تذکرہ ص۴۲۴)

حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی ناگہانی مفارقت

اور

خدام الاحمدیہ کی ذمہ داری

از محترم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی ناگہانی مفارقت سے جو صدمہ دلوں کو پہنچا ہے۔ ہر دل اندوہگین اس کی کیفیت سے آگاہ ہے۔ میرا اپنا حال یہ تھا کہ دل افسردہ اور دنیا سے دل برداشتہ ہی محسوس ہونے لگا کہ اب اپنی باری ہے روزمرہ کے کام سے طبیعت اچاٹ ہوگئی اور چلنے پھرنے کی سکت نہ رہی۔ بمشکل ایک دوست کی مدد سے ان کی کار میں بیٹھ کر مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کے اجلاس اول میں شریک ہو سکا۔ دوسرے دن کی کارروائی میں شریک ہونے کی ہمت نہ تھی اور تیسرے دن بمشکل شریک ہو سکا۔ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ اور صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کی توجہ سے میرے لئے ایک خیمہ کا انتظام ہو گیا۔ جہاں لیٹے لیٹے جلسہ کی کارروائی اد

دعا میں شریک ہوا۔ دل کو جو صدمہ تھا وہ تھا قوت حافظہ بھی شدید متاثر ہوئی۔ یہاں تک کہ خیال ہونے لگا کہ شائد صحیح بخاری کی شرح بھی مکمل کر سکوں یا نہ اور اس کے بعد حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ کی جو تمنا ہے اس کی توفیق بھی شائد نہ مل سکے۔ دل اس خیال سے بیٹھا جاتا تھا کہ پیارے محسن آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کی شرح کا کام سپرد کرنے میں جو اعتماد خاکسار پر رکھا ہے اس سے عہدہ برآ ہونے کی امید مدھم پڑ گئی اور اس سے جو حسرت ہوئی وہ مزید تلخی کا باعث ہوئی۔ یہ تلخی اور زندگی سے افسردگی اور مایوسی ناقابل بیان ہے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادگان سے نگاہ دوچار ہوتی تو نم ناک آنکھیں نیچی ہو جاتیں ان میں سے کسی سے اگر مصافحہ ہوا تو لرزتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ جذبات اندر ہی اندر مسل کر دب گئے۔

اس قسم کی مضطرب حالت میں جلسہ کے ایام گزرے۔ ۲۹ اور ۳۰ دسمبر کے شب و روز بھی اسی طرح گزرے۔ ۳۱ اور یکم جنوری کی شب کو خواب کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا وسیع احاطہ ہے جس میں خدام الاحمدیہ کے نوجوانوں کی طرف سے بڑی دعوت کا انتظام ہے جگہ جگہ میز لگے ہیں جن پر برتن قرینے سے چنے ہیں۔ ہر میز پر دو دو

پلیٹیں ہیں جن میں دو قسم کے آم ہیں۔ الائچی آم جو حجم میں چھوٹے ہیں
مگر رسیلے اور ذائقے میں نفیس اور ان میں سے ایک پلیٹ میں ثمر
بہشت کی قسم کے بڑے سبز رنگ کے آم بھی ہیں۔ میں تعجب کرتا ہوں
کہ یہ آم ربوہ کی پیداوار ہیں۔ اچانک مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعوت
خدام کی طرف سے ہے۔ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے لئے
تیار کی گئی ہے اور ان کی آمد کی انتظار ہے۔ یہ معلوم کر کے مجھے
احساس ہوا کہ میں تو اس میں مدعو نہیں اس میں کیسے ہوں یہ معلوم کر کے
اس جگہ سے جانا چاہتا ہوں۔ جھٹ ایک خادم غالباً شبیر احمد صاحب
میری طرف بڑھے اور مجھے قریب کی ایک میز کی طرف اشارہ کیا کہ
کہ آپ بھی تبرکاً شریک دعوت ہو جائیں۔ مجھے باہر جانے سے روکا۔
پاس ہی محترم مرزا عزیز احمد صاحب ہیں اور ان کے لئے دوسری
میز کی طرف اشارہ کیا۔ کہ یہ بھی تو مدعو ہیں۔ ہم دونوں اس دعوت
میں شریک ہیں۔ محترم مرزا صاحب نے الائچی قسم کا آم اٹھایا اسے
چوسنا شروع کر دیا۔ مجھے خیال آیا کہ صاحبزادہ صاحب جو اصل مدعو
ہیں اور ان کی آمد کی انتظار ہے۔ ان سے پہلے شروع کرنا مناسب
نہیں ان کے آنے میں کچھ دیر ہو گئی ہے۔ اور وہ اب آنا ہی چاہتے
ہیں مرزا صاحب کو تنہا کھاتے دیکھ کر مجھے کچھ خیال پیدا ہوا اور ان

کے ہم شریک ہونے کی غرض سے میں نے بھی الائچی آم اٹھایا ہے اور اسے انگلیوں میں مسو لنے اور نرم کرنے لگا تا کہ وہ تنہا کھاتے نہ دیکھے جائیں اور کسی کو ناگوار احساس نہ ہو اور پوچھتا ہوں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کب آرہے ہیں کوئی خادم کہتا کہ ہاں وہ آ ہی رہے ہیں جس پر ناگوار احساس ہلکا ہوا اور میں نے اپنے آپ کو بیدار پایا۔ سوچ بچار میں تھا کہ اس رؤیا کی تعبیر کیا ہے۔ دوسرے دن یعنی یکم اور ۲ جنوری ۱۹۶۲ء کی درمیانی شب کو پھر صاحبزادہ صاحب کو دیکھا ہشاش بشاش اچھی حالت میں تھے۔

بے تکلفی کے تعلقات جو آپ کو میرے ساتھ تھے وہ کیا بیان کروں اتنا لکھنا کافی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں آپ کے مکان میں ہی مجھے اور میرے بھائیوں اور دیگر افراد خاندان کو صاحبزادگان کے ساتھ بھائیوں کی طرح بود و باش رکھنے کا موقعہ ملا۔ اور حضور کی نظر شفقت اور دعائیں میرے شامل حال تھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو ان تعلقات کی قدر فرمائی ہے وہ احباب کو معلوم ہے اور صاحبزادہ صاحب مرحوم نے بھی ان بے تکلف تعلقات کی نگہداشت پورے طور پر ملحوظ رکھی۔ آپ کی جدائی کا شدید صدمہ طبعی امر تھا۔ انہوں نے میرے ساتھ بطور

معاون نظارت تعلیم و تربیت میں بھی کام کیا اور پھر نظارت دعوۃ و تبلیغ میں بھی آپ نے ہمیشہ ان تعلقات کا غایت درجہ پاس رکھا ہے۔ اور ان تعلقات میں متانت اور لطافت اور اطاعت شعاری اور ہم آہنگی کے آپ مثالی نمونہ تھے۔ جہاں بے تکلفی ہوتی ہے وہاں ان اوصاف میں کمی کا آنا طبعی بات ہے مگر آپ نے ان میں کمی نہیں آنے دی۔ گفتگو میں دھیما پن حضرت مفتی محمد صادق صاحب رض کی سی شیریں بیانی اور لطافت مشورہ میں خلوص اور حد درجہ خیر خواہی۔ اگر آپ کے اوصاف حمیدہ بیان کرنے لگوں تو ڈر ہے کہ مضمون لمبا ہو جائیگا۔

اس تذکرہ میں اپنے بچپن کے دوست حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رض کے حالات کا ذکر بھی ناگزیر ہوگا اور اس کے علاوہ نواب زادہ میاں عبد اللہ خان صاحب رض اور حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رض اور دیگر اعزا وغیرہ کا بھی جو ہم مشرب رفقا کے ایک ہی گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جن دنوں گورنمنٹ کالج میں میں تعلیم پاتا تھا۔ ایام تعطیلات میں موسم گرما مجھے قادیان گزارنے کا موقعہ ملتا۔ ان ہی دنوں کی بات ہے کہ حضرت خلیفہ اول رض کے حکم سے حضرت نواب محمد علی صاحب رض کے تینوں بچوں کو پڑھایا کرتا تھا۔ اور ان کے ہاں باہر والی کوٹھی میں مقیم تھا جو بعد میں محلہ دار العلوم کا حصہ بنی۔ اس وقت یہ علاقہ لق و دق بیابان تھا۔ ایک

رات دو تین بجے آنکھ کھلی تو پلنگ پر حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب کو موجود پایا۔ یہ کوٹھی دارالامان سے میل سوا میل کے فاصلہ پر تھی۔ رات اندھیری تھی تعجب ہوا اور دریافت کرنے پر بتایا کہ ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے (یعنی صاحبزادہ مرزا منصور احمد) اور شرم کی وجہ سے گھر میں نہیں ٹھہر سکے۔ آپ مجسمہ شرم و حیا اور وقار و متانت تھے۔

• صاحبزادہ صاحب کی مفارقت سے پیدا شدہ صدمہ اور ذہنی اور قلبی کیفیت کا یہ حال ہے کہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ایک فرد بہت ہی پیارا معلوم ہوتا ہے۔ ان کی مفارقت نے انہیں اور عزیز تر کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیفات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روحانی مائدہ جو آپ کے ذریعہ سے اس زمانہ میں تیار کیا گیا ہے۔ اس کی حفاظت اور بہم رسانی کی خدمت میں حضور کے خاندان کی اولین ذمہ داری ہے۔ مگر ذمہ داری کا احساس اس وقت ابھرتا ہے اور نمایاں ہوتا ہے جب اس کا بوجھ کسی فرد پر ڈالا جاتا ہے اور اس احساس ذمہ داری کے ساتھ اخلاق میں استواری بھی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ خاندان کے جن افراد پر بوجھ ڈالا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ خدمت بجا لانے کے قابل ثابت ہوئے

میں سلسلہ کی مقدس امانت کو سنبھال لینے اور اس کی ذمہ داری سے نپٹنے
کے پہلے مستوجب و حقدار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان ہے
جس کے ساتھ حضور کی امیدیں وابستہ ہیں اور جو حضور سے دوہری نسبت
رکھتا ہے اور اس مقدس نسبت کا احساس ایک بہت بڑا قومی محرک ہے
جس سے اگر کوئی کام نہ لیا گیا۔ تو اعمال کا نتیجہ ظاہر ہے اور اس کے لئے
ہم خدا تعالےٰ کے سامنے جواب دہ ہیں کہ دنیا سے رخصت ہونے سے
پہلے مائدہ روحانی کی امانت اہل کے سپرد نہ کی گئی۔

صاحبزادہ صاحب ہم سے ایسی حالت اور ایسے وقت میں جدا
ہوئے ہیں جبکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی مائدہ کے سپرد کار
اور منتظم تھے۔ اس مقدس امانت کی ذمہ داری کا تسلسل اسی صورت میں
قائم رہ سکتا ہے۔ جبکہ ان کی جسمانی مفارقت کے باوجود خدام الاحمدیہ
روحانی مائدہ کی دعوت کا سلسلہ آپ کے ساتھ باہم متصل رکھیں اور اس
میں رخنہ نہ آنے دیں۔ یہ تعبیر ہے اس خواب کی اور اس میں اول نمبر پر
افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں اور اس کے بعد دیگر
خدام الاحمدیت۔

مورخہ ۳ جنوری کو خواب سے کے بعد میری پژمردہ طبیعت سنبھلی اور
میں نے محسوس کیا کہ حافظہ بھی بحال ہے اور کام کی رغبت بھی عود

کرائی ہے گزشتہ دنوں سے شرح بخاری کا کام پھر شروع ہے اور
خواب کی تعبیر اس سے ظاہر ہے۔ اور میری اور مرزا عزیز احمد
صاحب کی شراکت دلالت کرتی ہے کہ ہم انصار اللہ بھی اس مائدہ
روحانی کی دعوت میں اسی طرح شریک ہیں جس طرح خدام حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کے مائدہ روحانی کے تعلق ہی میں آپ
کا یہ الہام بھی ہے کہ آسمان سے بہت دودھ اترا ہے اسے
محفوظ کرو (تذکرہ صفحہ ۱۰۱)۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیفات اس
دودھ سے لبریز ہیں انہیں بار بار پڑھا جائے۔ اور اس آسمانی دودھ
سے سیراب ہو جانا چاہیئے تا روحانی مائدہ کی دعوت خدام و انصار کے
ذریعہ سے بخوبی انجام پائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا منشا معلوم ہوتا ہے
آپ کا پھل غذائیت کے اعتبار سے بہترین ہو جائے اور جو
خدمت خاکسار کے سپرد ہے وہ بھی اس دودھ کے محفوظ کرنے
سے تعلق رکھتی ہے جو کہ آسمان سے اترا ہے۔ تمام خدام الاحمدیت
سے بڑے ہوں یا چھوٹے درخواست ہے کہ میرے لئے بھی
دعا کریں کہ تا مفوضہ خدمت میں سرخرو ہو سکوں اور اس بارہ میں میری
تمنا خاطر خواہ پوری ہو۔ اللہ تعالےٰ ہمارے نیک ارادہ دل کو قبول

فرمائے اور برکت دے۔ آمین اور ہمارے محسن آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کو کامل شفاعطا فرمائے اور آپ کے ذریعہ سے اس روحانی مائدہ کی دعوت سے ساری قومیں نوازی جائیں۔ آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:-

"اللہ جل شانہ نے بشارت دی اور فرمایا

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ

یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں"

(انوار الاسلام مطبوعہ ۱۸۹۴ء)

سنتِ نبوی کی اتباع کا شوق

۱۹۶۰ء میں جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پر بیماری کا دوبارہ حملہ ہوا تو صدر انجمن اور تحریک جدید کی طرف سے متعدد جانور بطور صدقہ ذبح کئے گئے۔ نیز یہ بھی فیصلہ ہوا کہ ایک اونٹ بھی بطور صدقہ ذبح کیا جائے۔ محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر خاکسار قریبی دیہات کا دورہ کر کے وہاں سے ایک اونٹ خرید کر لایا۔ ان دنوں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ بیمار تھے اور چل پھر بھی نہیں سکتے تھے۔ لیکن جب آپ کو اطلاع ملی کہ اونٹ آگیا ہے تو آپ اونٹ کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے اور اس کو ذبح کرنے کے متعلق تفصیلی ہدایات دیں اور مستری کو اپنے پاس بلا کر اسے سمجھایا کہ وہ اس اس طرح کی برچھی بنا کر لائے۔ دوسرے روز صبح نو بجے کا وقت اونٹ کو ذبح کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ حضرت میاں صاحب کو کار میں بٹھا کر لایا گیا۔ آپ بیماری کے باوجود اس خاطر وہاں تشریف

لائے کہ حضور کیلئے صدقہ کا اونٹ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کریں۔
آپ نے نہایت ہمت اور مستعدی کے ساتھ اونٹ کو خود اپنے
ہاتھ کے ساتھ ذبح کیا۔ اور اس کے بعد گوشت کی تقسیم کے
بارہ میں ہدایات دیں۔ اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم شوق سے اونٹ کا گوشت کھایا کرتے تھے۔
اس لئے میں بھی چاہتا تو ہوں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت
میں اونٹ کا گوشت کھاؤں لیکن چونکہ یہ صدقہ کا اونٹ ہے اور
میرے لئے جائز نہیں ہے۔ اگر صدقہ کا اونٹ نہ ہوتا تو میں ضرور
گوشت پکوا کر کھاتا۔ اس کے بعد گوشت تقسیم کیا گیا اور کچھ گوشت
محمد رمضان صاحب خادم حجام ربوہ کے حصہ میں بھی آیا۔ انہوں نے
یہ گوشت اپنے لئے پکایا لیکن جب انہیں حضرت میاں صاحب کی
اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے پکا ہوا کچھ گوشت حضرت میاں
صاحب کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا جسے آپ نے قبول فرما لیا اور
فرمایا چونکہ یہ ہدیہ ہے اس لئے اب ہم بھی اسے کھا سکتے ہیں آپ
نے وہ گوشت بہت شوق سے کھایا اور اس امر پر بہت خوشی کا اظہار
فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں آپ کو
بھی اونٹ کا گوشت کھانے کی سعادت میسر آئی۔ (خاکسار مؤلف)

روحانی قوّت

از محترم ڈپٹی محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے سی

جن دنوں میں لاہور میں پریکٹس کرتا تھا تو حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ لاہور تشریف لاکر میرے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔ جب میں نے بی۔اے پاس کیا تھا تو کچھ عرصہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پڑھاتا رہا تھا۔ ان ایام میں حضرت میاں صاحب میرے شاگرد رہ چکے تھے۔ اس لئے آپ مجھ سے خاص محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب جب مجھے ملنے کے لئے لاہور تشریف لائے تو ہم دونوں ہرن کے شکار کیلئے شیخوپورہ کی طرف نکل گئے۔ شیخوپورہ کے آس پاس کا سب علاقہ جنگل ہی جنگل تھا وہاں ایک کٹیا میں ایک عمر رسیدہ سکھ لیٹا ہوا شدید سر درد سے کراہ رہا تھا۔ اسنے علاج کی غرض سے بہت سے تعویذ وغیرہ بھی باندھ رکھے تھے اسکے باوجود اس کے درد میں کوئی کمی نہ ہوتی تھی اور وہ مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گزشتہ کئی روز سے اسکی یہی حالت ہے۔ میں نے حضرت میاں صاحب سے دعا کے لئے عرض کیا آپ نے بعض دعائیں پڑھ کر اس پر دم کیا اور اسے فوراً آرام آگیا اور وہ اسی وقت اٹھ کر بیٹھ گیا اور اسنے ہماری غریبانہ طرز پر بہت خاطر مدارات کی وہ ازحد ممنون تھا اور ہاتھ جوڑ کر بار بار حضرت میاں صاحب سے عرض کرتا تھا

کہ آپ تو بہت بڑے آدمی ہیں۔ اس چھوٹے سے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوجوانی کے عالم میں ہی حضرت میاں صاحب مرحوم کو زبردست روحانی قوت عطا فرمائی تھی۔

حضرت میاں صاحب فٹ بال کے بہت اچھے کھلاڑی تھے اور یہ کھیل آپ کو بہت پسند تھی۔ ایک دلچسپ واقعہ یہاں بیان کرتا ہوں۔

سال ۱۹۳۰ء میں میں بطور مجسٹریٹ درجہ اول انبالہ شہر میں متعین تھا ایک دن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب مرحوم نے زبانی اطلاع دی کہ کل ہماری ٹیم کا فٹ بال کا میچ ہوگا۔ اُن دنوں حضرت میاں صاحب احمدیہ ٹیریٹوریل فورس انبالہ چھاؤنی میں بطور کیپٹن متعین تھے۔ احمدیہ ٹیم کا میچ عیسائیوں کی ٹیریٹوریل فورس کے ساتھ دوسرے دن مقرر تھا۔ حضرت میاں صاحب مرحوم نے مجھے بھی میچ دیکھنے کے لئے دعوت دی۔ چنانچہ میں انبالہ چھاؤنی میں اس فیلڈ میں پہنچ گیا جہاں میچ مقرر تھا اور حضرت صاحبزادہ صاحب سے جا کر ملا۔ اتنے میں میچ شروع ہوا اور عیسائیوں کی ٹیم کا کیپٹن بڑا جوان قوی ہیکل عیسائی تھا اور حضرت صاحبزادہ صاحب بطور (Back) کے فیلڈ میں کھڑے تھے۔ میں نے دیکھا کہ عیسائی کیپٹن نے بڑے زور سے حملہ کر کے شولڈر مارا۔ یعنی کندھے کے

ساتھ کندھا مارا۔ لیکن صاحبزادہ صاحب ایک مضبوط چٹان کی طرح اللہ کے فضل سے کھڑے رہے۔ دوسری دفعہ پھر جب فٹ بال حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف آیا تو اس عیسائی کپتان نے بڑے زور کے ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحب کو شولڈر مارا۔ پھر بھی حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم مضبوطی کے ساتھ کھڑے رہے۔ دشمن کے ان حملوں کو دیکھ کر مجھے بڑی پریشانی اور تکلیف محسوس ہوئی۔ چنانچہ اسی اثناء میں پھر جب گیند حضرت میاں صاحب کی طرف آیا۔ تو عیسائی کپتان نے تیسری دفعہ بڑے زور سے شولڈر مارا۔ لیکن حضرت میاں صاحب مرحوم نے اپنے کندھے کو خفیف سی جنبش دی۔ جس سے عیسائی کپتان لوٹ پوٹ ہو کر گر گیا۔ اور اس کا بازو ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد وہ عیسائی کپتان کھیل کے ناقابل ہو کر چلا گیا۔ آخر کار عیسائی ٹیم کو شکست ہو گئی۔ اس وقت میں نے الحمد للہ پڑھا اور بڑی خوشی سے واپس آ گئے۔ یہ نظارہ اللہ تعالےٰ کی خاص مدد کا تھا۔ جو قرآن کریم کے وعدہ کے مطابق مومنوں کے شامل ہوتی ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرحوم میرے ساتھ کبھی کبھی شکار کے لئے جنگل میں جایا کرتے تھے اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ تین تین سو

گز کے فاصلہ سے اپنی رائفل کے ساتھ بڑے بڑے جانور مار گرایا کرتے تھے جیسے ہرن اور ہڑیال وغیرہ۔ آپ کی رائفل بہت بوجھل ہوتی تھی اور حضرت میاں صاحبؓ کا بازو اس کے بوجھ سے ذرہ بھر بھی جنبش نہ کھاتا تھا۔ اور نشانہ ہمیشہ ٹھیک پڑتا تھا۔ وہ مومنانہ شجاعت کا خاص نمونہ تھے۔

اللّٰهُمَّ اغفره وادخله في العليين

مفصل حالات سیرت حضرت

صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ

مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے

شائع کریں گے

(مؤلف)

آخری سفر کی تیاری

مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کو صبح نو بجے تک حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وصال کی خبر شہر میں پھیل چکی تھی جلسہ سالانہ کا افتتاح فرماتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے ساری جماعت کو اس سانحہ سے اطلاع دی۔ تجہیز و تکفین کے جملہ انتظامات محترم سید داؤد احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سپرد کئے گئے۔ آپ نے خدام الاحمدیہ کے بعض مستعد کارکنوں کو طلب فرما کر اس سلسلہ میں ضروری انتظامات کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اس سلسلہ میں خاکسار کے سپرد کفن کی تیاری کا کام کیا گیا اور یہ ہدایت دی گئی کہ جو بڑھیا لٹھا میسر آسکے خرید اجائے کفن مکرم مرزا نذیر احمد صاحب ٹیلر سے سلوایا گیا۔ جب خاکسار حضرت میاں صاحب کی کوٹھی پر واپس پہنچا تو اس وقت غسل دیا جا رہا تھا۔ غسل حکیم عبد اللطیف صاحب شاہد، سید مبارک شاہ صاحب ابن حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب رضی اور نذیر احمد صاحب پہریدار حضرت میاں صاحب

دے رہے تھے۔ خاکسار بھی اندر چلا گیا اور پھر اس چارپائی سے جس پر آپ کو غسل دیا گیا تھا اٹھا کر دوسری چارپائی پر آپؓ کو کفن پہنایا گیا۔ خاکسار کو دیگر احباب کے ساتھ آپ کو اٹھانے اور کفن پہنانے میں شمولیت کی سعادت میسر آئی۔ تکفین مکمل ہونے کے بعد حضرت میاں صاحب کے جسدِ اطہر کو تابوت میں رکھا گیا۔ اور پھر تابوت اٹھا کر بیرونی برآمدے میں لا کر رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد، ناظر و وکلاء صاحبان اور امرائے اضلاع جنازہ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر کوٹھی سے باہر لائے۔

(اس کے بعد کی مفصل روئداد جو الفضل میں شائع ہوئی تھی اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں)

خاکسار:۔ مؤلف

حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحلت فرما گئے

نماز جنازہ اور تدفین میں ہزارہا احباب کی شرکت

ربوہ ۲۶ دسمبر۔ ہم دلی رنج و افسوس اور انتہائی حزن و ملال کے ساتھ یہ المناک اور روح فرسا خبر احباب جماعت تک پہنچاتے ہیں کہ مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند جلیل جو اس زمانہ میں متعدد عظیم الشان خدائی نشانوں کے مظہر تھے آج مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء مطابق ۱۷ رجب ۱۳۸۱ھ بروز سہ شنبہ بوقت آٹھ بجے صبح جبکہ جماعت احمدیہ کے سترھویں سالانہ جلسہ کا افتتاحی اجلاس شروع ہونے میں صرف سوا گھنٹہ باقی تھا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کے ماتحت ½۶۶ سال کی عمر میں اس جہانِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مد ظلہ العالی نے پونے دس بجے صبح جلسہ گاہ میں تشریف لا کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی رقم فرمودہ افتتاحی تقریر پڑھنے سے قبل جب احباب جماعت

سے خطاب کرتے ہوئے انہیں حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ
عنہ کی المناک وفات کی اطلاع دی تو جلسہ گاہ میں ایک سرے
سے لے کر دوسرے سرے تک یکدم رنج والم اور حزن و ملال کی لہر
دوڑ گئی اور شدتِ غم کے باعث احباب کی آنکھوں سے آنسو جاری
ہو گئے۔ حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی نے احبابِ جماعت سے
خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہمارے چھوٹے بھائی عزیز مرزا شریف احمد صاحب رضی
کی وفات ایک خدائی امتحان ہے اور ایسے امتحان ہمیشہ ہی خدائی
جماعتوں کو پیش آیا کرتے ہیں اور جن کی خبر خود قرآن مجید میں
اللہ تعالےٰ نے

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ
وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ

(البقرہ آیت ۱۵۶)

کے الفاظ میں دی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے
مطابق اس امتحان کو ہمت و استقلال اور صبر و صلوٰۃ کے ساتھ
برداشت کریں۔

حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی نے خطاب جاری رکھتے ہوئے
فرمایا عزیز مرزا شریف احمد صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے متعدد الہامات ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

عَمَّرَهُ اللّٰهُ عَلٰى خِلَافِ التَّوَقُّعِ (تذکرہ ص۱۱۴)

یعنی اس کو خدا تعالےٰ امید سے بڑھ کر عمر دے گا۔ یہ الہام تو خاص طور پر بڑی صحت کے ساتھ پورا ہوتا چلا آ رہا تھا۔ گزشتہ ۲۰-۲۲ سال سے ان کی صحت بہت گری ہوئی حالت میں چلی آ رہی تھی اور کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ شائد اب مقدر وقت آ گیا ہے۔ لیکن ہر مرتبہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو خلاف توقع زندگی بخشی اور اس طرح یہ الہام غیر معمولی رنگ میں پورا ہوا۔ بعض اور الہامات بھی ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ بعد میں بیان کر دی جائیگی۔

حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی نے صبر و صلوٰۃ کی تلقین کرتے ہوئے اس امر کو واضح کیا کہ خدائی جماعتوں میں جب نقصٍ من الاموال والانفس کی گھڑیاں آتی ہیں تو وہ کس طرح ہمت و استقلال اور صبر و صلوٰۃ سے کام لیکر ان امتحانوں میں سے کامیابی کے ساتھ گزارا کرتی ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے صلح حدیبیہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت بعض صحابہ رضی کی حالت اور ان کے نمونے پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعض ایسی پیشگوئیوں کا بھی ذکر فرمایا جن کا تعلق بظاہر آنحضور

کی ذات سے معلوم ہوتا تھا۔ مگر وہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صحابہ رض کے ہاتھ پر پوری ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ امتحان عارضی نوعیت رکھتے ہیں ان کی وجہ سے خدائی قافلہ رک نہیں سکتا۔ یہ چلتا چلا جائے گا اور خدا ان امتحانوں اور ابتلاؤں کے بعد پھر خوشی راحت اور غلبہ کا وقت لائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے:

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا

(تذکرہ ۸۲۴)

پہلے بھی خوف آئے جو خدا نے فضل سے بدل دیئے اور اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے پاؤں میں ذرا بھی لغزش نہ آئے اور ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے آگے ہی آگے قدم بڑھاتے چلے جائیں۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب رض کی وفات کے تعلق میں ان بیش قیمت ارشادات کے بعد حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی رقم فرمودہ افتتاحی تقریر پڑھ کر سنائی اور ایک پرسوز اجتماعی دعا کے ساتھ جلسہ سالانہ کے افتتاح کا اعلان فرمایا۔

جلسۂ سالانہ کے پہلے دن بکے دوسرے اجلاس کے اختتام پر (جسے مختصر کر دیا گیا تھا) اڑھائی بجے بعد دوپہر کے قریب جنازہ مقبرہ بہشتی کے میدان میں لاکر رکھ دیا گیا جہاں احباب جماعت ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو چکے تھے۔ احباب نے ایک خاص نظام اور ترتیب کے ماتحت حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کا نورانی چہرہ دیکھا۔ احباب کئی قطاروں میں چہرہ دیکھتے ہوئے جنازہ کے پاس سے گزر کر مقبرہ بہشتی کے وسیع و عریض میدان میں صف وار کھڑے ہوتے جاتے تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد اصحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امراء جماعتہائے احمدیہ کو پہلی صف میں جگہ دی گئی۔ پونے چار بجے جبکہ ہزاروں ہزار احباب چہرہ دیکھ چکے تھے جنازہ احباب کی صفوں کے سامنے عین اس جگہ اٹھا کر رکھ دیا گیا جہاں حضرت اماں جان نور اللہ مرقدھا کا جنازہ رکھا گیا تھا۔ چار بجے سہ پہر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مد ظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں احباب اس قدر کثیر تعداد میں شریک ہوئے کہ مقبرہ بہشتی کا وسیع و عریض میدان صفوں میں کھڑے ہوئے احباب جماعت سے قریباً بھرا ہوا تھا۔ ہر چند کہ جنازہ کی چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے پھر

بھی یہ ممکن نہ تھا کہ سارے ہی احباب جنازہ کو کندھا دے سکیں
اس لئے صرف خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد صحابہ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور امراء جماعت ہائے احمدیہ کو جنازہ
اٹھانے کی اجازت دی گئی۔ باقی احباب صرف چارپائی کو ہاتھ لگا
کر ہی دوسرے احباب کو موقعہ دینے کے لئے پیچھے ہٹ جاتے
تھے۔ اس طرح جنازہ حضرت اماں جان نور اللہ مرقدھا کے مزار
مقدس کی چاردیواری کے اندر لے جایا گیا۔ جہاں حضرت مرزا شریف احمد
صاحب کے جسدِ مبارک کو تابوت کے اندر رکھ کر قبر میں اتار دیا گیا۔
تابوت کو قبر کے اندر اتارنے میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد
اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حصہ لیا۔ قبر تیار ہونے پر حضرت
مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے دعا کرائی۔ اس طرح اس مقدس
وجود کا جسدِ خاکی جو خدا تعالیٰ کے عظیم الشان نشانوں میں سے ایک
نشان اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زندہ درخشندہ
ثبوت تھا جس کی پیدائش خدا کی بشارت کے ماتحت ہوئی اور
جس نے نہایت مہتم بالشان طریق پر خدمت اسلام اور خدمت سلسلہ
میں ساری زندگی گزاری' ہزاروں ہزار احباب کی نمناک آنکھوں اور
افسردہ دلوں کے درمیان سپردِ خاک کردیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ

راجعون۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ، حضرت مسیح موعودؑ کی اس مبشر اولاد میں سے ایسا درخشندہ گوہر تھے جو اللہ تعالیٰ کی خاص بشارتوں کے تحت حضرت اماں جان نور اللہ مرقدہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی۔ آپ خدائی بشارت کے ماتحت ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے تھے۔ حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب "انوار الاسلام" مطبوعہ ۱۸۹۴ء میں خدائی بشارت کا ذکر کرتے ہوئے رقم فرمایا:۔

"اللہ جل شانہ نے بشارت دی اور فرمایا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔"

(روحانی خزائن جلد ۹ ص ۴)

چنانچہ جب یہ بشارت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری ہوئی تو حضور نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی کتاب "ضیاء الحق" کے ص ۵۷ پر اسکے پیدا ہونے کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا:۔

"ہمیں خدا تعالیٰ نے بشارت دی تھی کہ تجھے ایک لڑکا دیا جائیگا جیسا کہ ہم اسی رسالہ "انوار الاسلام" میں اس بشارت کو شائع بھی کر چکے ہیں۔ سو الحمد للہ والمنۃ کہ

اس الہام کے مطابق ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ میں مطابق ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شریف احمد رکھا گیا۔" (روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۲۳)

آپ کا نکاح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی حضرت نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صاحبزادی محترمہ زینب بیگم صاحبہ کے ساتھ ہو گیا تھا۔ ان کے بطن سے اللہ تعالےٰ نے آپ کو اولاد عطا فرمائی۔ آپ کی اولاد میں سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں بفضلہ تعالےٰ حیات ہیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب اور محترم صاحبزادہ کرنل مرزا داؤد احمد صاحب۔ صاحبزادیوں میں سیدہ امۃ الباری صاحبہ بیگم مکرم نواب زادہ عباس احمد خان صاحب اور سیدہ امۃ الوحید صاحبہ بیگم مکرم مرزا خورشید احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب شامل ہیں۔ آپ کے سب صاحبزادے اور صاحبزادیاں خدا کے فضل سے صاحب اولاد ہیں۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب بچپن سے ہی بہت نیک متقی فیاض اور رحم دل واقع ہوئے تھے۔ چنانچہ جب قادیان میں

آپ کا کارخانہ معقول منافع دینے لگا تو آپ بڑی کثرت کے ساتھ غرباء کی مدد فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ بعض ضرورت مندوں کو خود ہی ان کی ضروریات کا احساس کر کے خطیر رقوم بھی عطا فرما دیتے تھے۔ بہت فراخ دل اور طبیعت کا شاہانہ رنگ رکھنے والے بزرگ تھے۔ دینی علوم آپ نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کئے۔ اور بالخصوص بخاری شریف تو آپ نے درساً درساً مکمل کی۔ چنانچہ چند سال پیشتر علالت طبع کے باوجود آپ کچھ عرصہ تک مسجد مبارک ربوہ میں نماز فجر کے بعد بخاری شریف کا درس بھی دیتے رہے۔ سالہا سال تک سلسلہ کی نمائندگی کرتے ہوئے احمدیہ ٹیریٹوریل فورس کو کمانڈ کیا اور وہاں بہت اچھا نظم و ضبط برقرار رکھا۔ نیز سالہا سال سلسلہ کی مختلف نظارتوں میں بطور ناظر اہم دینی خدمات بجا لا کر خدمت سلسلہ کا نہایت شاندار نمونہ قائم کیا۔ آپ کی رائے بہت صائب ہوتی تھی۔ اور طبیعت میں عمدہ توازن پایا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں آپ نے قیام پاکستان کے بعد بحیثیت ناظر اصلاح و ارشاد کئی سال تک جلسہ سالانہ کے انعقاد کا بہت عمدگی اور خوش اسلوبی سے انتظام فرمایا۔ اور "ذکرِ حبیب" کے موضوع پر کئی تقاریر بھی فرمائیں ؎

آپ ایک لمبے عرصہ سے اعصابی تکلیف اور نقرس وغیرہ کی وجہ سے بیمار چلے آتے تھے۔ مگر صبر و شکر کے ساتھ بیماری کی تکالیف کو برداشت کرتے رہتے اور بیماری کے باوجود سلسلہ کی خدمت بجالاتے رہے۔ بعض اوقات بیماری کا اتنا غلبہ ہو جاتا کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا کہ شائد آپ چند دن بھی زندہ نہ رہ سکیں گے۔ مگر اس لمبے عرصہ میں بار بار آپ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام

عمرہ اللہ علیٰ خلاف التوقع

کے پورا ہونے کا نظارہ دیکھنے میں آیا۔

ادارۂ الفضل اس عظیم جماعتی صدمہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا۔ حضرت سیدہ زینب بیگم صاحبہ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ دیگر افراد سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ اپنے قرب خاص سے نوازے۔ اور آپ کے مقدس وجود کے ساتھ جو عظیم الشان برکات وابستہ تھیں۔ ان کا سلسلہ جماعت میں قائم و دائم رکھے اور آپ کی وفات سے جو بہت بڑا خلا جماعت میں محسوس ہو رہا ہے اس کی اپنے فضل سے تلافی فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

شکریہ

مندرجہ ذیل خدام نے اس کتاب کی اشاعت میں تعاون فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے

آمین

(۱) مکرم محمد بشیر صاحب شاد معتمد مقامی خدام الاحمدیہ ربوہ

(۲) مکرم عطاء المجیب صاحب راشد نائب مہتمم اشاعت مجلس مقامی

(مؤلف)



ہمارا عہد

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ
لا شریک لہٗ واشھد ان محمداً
عبدہٗ ورسولہٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی قومی اور ملّی مفاد کی
خاطر میں اپنی جان مال عزت اور وقت کو
قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہونگا۔

اور خلیفۂ وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے
اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا۔ نیز
خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی
کے لئے تیار رہونگا۔

انشاء اللہ

(ضیاء الاسلام پریس ربوہ)



مینارۃ المسیح

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے
محمدیاں بر مینار بلند تر محکم افتاد
(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

قیمت ڈیڑھ روپیہ

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا